- نظم ترنم کے ساتھ پڑھیں۔ اسے بورڈ پر لکھ دیں۔ یاد کی گئی نظم تحریری شکل میں دیکھ کر بچے انداز لگا کر پڑھنے کی ترغیب حاصل کریں گے۔
- کہانی پڑھ کر سنانے سے پہلے کتاب کا سرورق دکھا سکتے ہیں۔ سرورق کی تصویر پر بات کر کے اس کی بنیاد پر کہانی کا اندازہ لگانے کے لیے کہا جا سکتا ہے۔
- سوچیے کہ کتابوں کو کس طرح دلکش طریقے سے پیش کیا جا سکتا ہے جس سے بچے وہاں بیٹھ کر کتابیں دیکھنا چاہیں۔ رنگین دری یا چٹائی بچھائی جا سکتی ہے۔
- اسکول میں اگر لائبریری ہے تو وہاں سے بچوں کی دلچسپی کے مطابق کتابیں لا کر رکھیں۔
- بچوں کی بنائی گئی چیزوں کو دیوار پر لگائیے اور ان سے متعلق بات کیجیے۔
- کتابوں کو سنبھال کر رکھنا، صفحات احتیاط کے ساتھ پلٹنا وغیرہ کام بچوں کے سامنے کریں۔ اس سے بچے فطری طور پر کتابوں کی قدر کرنا سیکھ جائیں گے۔

ببیتا کا پپیتا

ایک لڑکی تھی — ببیتا۔ اس نے اپنے کیاری میں چھوٹا سا ایک پودا لگایا۔ وہ پودا لمبا ہوتا گیا، ہوتا گیا، ہوتا گیا۔ وہ بہت ہی لمبا ہو گیا۔ اس کا تنا آسمان کو چھونے لگا۔ اس کے پتے کھلی چھتری کی طرح پھیل گئے۔

ببیتا کی ماں نے کہا — ''یہ تو کھجور کا پیڑ ہے۔''

ببیتا کے والد نے کہا — ''نہیں، یہ تاڑ کا پیڑ ہے۔''

ببیتا کا بھائی نیرج بولا — ''ارے بابا، مجھے یہ بھوت کی چھتری لگتا ہے۔''

ببیتا نے کہا — ''نہیں نہیں — یہ تو پپیتے کا پیڑ ہے۔ وہ دیکھو اوپر۔ پپیتا لگا ہے۔''

سب لوگوں نے اچک اچک کر دیکھا۔ لمبے پیڑ کے اوپری سرے پر ایک چھوٹا سا پپیتا لگا تھا۔ ہرا، ہرا۔ وہ پپیتا بڑا ہونے لگا۔ وہ ہر روز بڑا ہوتا گیا، ہوتا گیا۔ کچھ ہی روز میں وہ بہت ہی بڑا ہو گیا۔

ماں نے دیکھ کر کہا — ''یہ تو پیٹھے جتنا بڑا ہو گیا ہے۔''

والد بولے — ''یہ تو کدّو جتنا موٹا ہو گیا ہے۔''

نیرج نے کہا — ''ارے بابا، مجھے تو یہ بھوت کی گیند سا لگتا ہے''۔

لیکن ببیتا بولی — ''ارے یہ تو پپیتا ہے۔ بڑا سا، ہرا ہرا اور کچا۔'' کچھ دنوں میں وہ پپیتا پیلا ہونے لگا۔ وہ پیلا ہوتا گیا، ہوتا گیا۔

ماں نے کہا — ''پپیتا پک گیا ہے، توڑ لینا چاہیے۔''

والد اور نیرج نے بھی کہا — ''ہاں، اسے توڑ لینا چاہیے۔''

ببیتا بولی — ''پپیتے کو میں توڑوں گی۔''

ببیتا نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور پپیتے کی جانب کودی۔ لیکن وہ پپیتے کو چھو بھی نہ پائی۔ تب نیرج نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور کودا۔ پھر ماں نے ہاتھ اٹھائے اور انھیں اونچا کیا۔ والد بھی ہاتھ اوپر اُٹھا کر کودے۔ لیکن کسی کے بھی ہاتھ پپیتے تک نہ پہنچے۔

تب ایک بڑی میز لائی گئی۔ والد میز پر چڑھ گئے لیکن ان کے ہاتھ بھی پپیتے تک نہ پہنچ پائے۔

تب ایک چھوٹی تپائی لائی گئی۔ تپائی میز پر لگائی گئی۔ والد تپائی پر چڑھے۔ پھر بھی ان کے ہاتھ پپیتے تک نہیں پہنچ پائے۔ تب نیرج والد کے کاندھے پر چڑھ کر کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے۔ لیکن اس کے ہاتھ بھی پپیتے تک نہیں پہنچے۔

تب ماں نے بیتا کو نیرج کے کاندھے پر چڑھایا۔ اب زمین پر میز تھی۔ میز پر تپائی تھی۔ تپائی پر والد تھے۔ والد کے کاندھے پر نیرج تھا اور نیرج کے کاندھے پر تھی بیتا۔ بیتا نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے۔ پپیتا اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ بیتا نے پپیتا توڑ لیا۔ بڑا بھاری تھا۔ بڑا سا، پیلا پیلا، پکا پپیتا۔

بیتا نے پپیتا نیرج کو پکڑایا، نیرج نے والد کو اور والد نے ماں کو۔

اب بیتا نیرج کے کاندھے سے نیچے اتری۔ نیرج والد کے کاندھے سے نیچے اترا۔ والد تپائی اور میز سے نیچے اتر آئے۔

ماں نے پپیتا دھویا۔ والد نے پپیتا کاٹا۔ بیتا اور نیرج نے پپیتا کھایا۔ ماں اور والد نے پپیتا کھایا۔ پاس پڑوس والوں نے بھی پپیتا کھایا۔ سب لوگوں کو پپیتا بہت ہی اچھا لگا۔

پڑوسیوں نے کہا ''بیتا کا پپیتا پہاڑ جیسا بڑا ہے۔ سورج جیسا پیلا ہے۔ شہد جیسا میٹھا ہے۔ ہم بھی ایسا پپیتا لائیں گے۔''

بیتا نے پپیتے کے کالے کالے، کالی مرچ جیسے بیج جمع کیے۔ بولی ''ایک ایک کالے بیج میں سے ایک ایک ہرا پودا نکلے گا۔''

نیرج بولا — ''جسے بھی بھوت کی چھتری جیسا پودا لگانا ہو، وہ بیج لے لے۔''

ماں اور والد بولے — ''ہر کالے بیج میں سے ایک پپیتے کا پیڑ نکلے گا اور ہر پیڑ میں لگے گا ایک بڑا سا پیلا، میٹھا پپیتا۔''

پڑوسی بولے — ''بیتا کا پپیتا ہمیں لگانا ہے۔ ہمیں لگانا ہے۔ سب کو لگانا ہے۔''

بیتا نے خوشی خوشی لوگوں میں کالے بیج بانٹے۔ سب پڑوسیوں نے لیے، نیرج نے، ماں نے اور والد نے بھی۔

مسلک مضمون باب 2 کے لیے

پکی دوستی

تبصرہ : تیجی گروور

پکی دوستی ایک ایسے پیڑ کی کہانی ہے جو ایک کھیت میں بالکل تنہا کھڑا ہے۔ اس کے دل میں برابر کہانیاں اُمڈتی رہتی ہیں۔ وہ پیڑ دوست یا سامع کی عدم موجودگی میں اداسی اور اکیلا پن محسوس کرتا ہے۔ پھر کہیں سے ایک چڑیا اُڑ کر آتی ہے اور رات بھر میں پیڑ اور چڑیا کے درمیان کہانی کہنے اور سننے کا ایک گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

چڑیا کے چلے جانے کے بعد انتظار، اداسی اور پھر یاد کے واقعات دھیرے دھیرے ابھرنے لگتے ہیں، اور کچھ ہی الفاظ میں لکھی گئی یہ کہانی بس اتنی سی بات علامتی طور پر کہہ کر باقی پڑھنے والے کے لیے چھوڑ دیتی ہے۔

سب سے پہلے اس کتاب کو ہم ان تمام کتابوں سے الگ کر لیتے ہیں جو ادب اطفال کے نام پر چھپی چمکیلی، بھڑکیلی ڈھیر میں ہمیں دکھائی پڑتی ہیں اور جن کی کثیر تعداد دیکھ کر انگریزی مصنف جارج آرویل کا دل بیٹھ جایا کرتا تھا۔ ایک ادب شناس نوجوان کے لیے یہ کتاب لوک کتھاؤں میں ابھی تک جمع مجموعی یادداشت کو ایک دم چھو لیتی ہے۔ ساتھ ہی اسے ایسی کہانیوں کی یاد بھی آ جاتی ہے جو جدید ادب میں لوک ادب سے اختراع کی ہوئی ہیں جن میں آسکر وائلڈ کی ایک انوکھی کہانی ہے — 'دی ہیپی پرنس'۔ اس کہانی میں ایک نیک دل شہزادے کی مورت اور ایک حساس چڑیا کے درمیان گہری دوستی ہو جاتی ہے۔

ہندوستان کے الگ الگ صوبوں میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوئی کہانیوں میں پیڑ کے ساتھ کئی دیگر جاندار کا جذباتی تعلق آپ کو کئی جگہ مل جائے گا۔ یہ جاندار انسان بھی ہو سکتا ہے یا انسانی شکل میں کوئی اور جاندار جو انسان کے دل میں قصہ کہنے اور سننے کی حد درجہ خواہش سے مخاطب ہوتا ہے۔

مجموعی یادداشت پر صرف نوجوانوں کا ہی اختیار نہیں ہوتا ہے۔ بچوں کو کہانی سننے کا جنھیں بہت گہرا تجربہ ہے وہ اس بات کی تصدیق ضرور کریں گے۔ آخر انسان چھوٹی عمر سے ہی کہانی کے لیے ایک زبردست خواہش کیوں ظاہر کرتا ہے؟ ترنم اور لے والی نظم بچے کے دل کو کیوں چھو لیتی ہے؟ اور جن کہانیوں میں لوک کتھاؤں کے دہراؤ کے اسلوب والے عناصر ہوں وہ بچوں کو اتنا مطمئن کیوں کرتی ہیں؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ ان کہانیوں کا لطف بچوں اور بڑوں دونوں میں برابر ہے؟ اور کیا ادب اطفال کا الگ صنف کے طور پر فروغ پانا کچھ حد تک اس بات کی علامت نہیں ہے کہ یہ حصہ داری بڑی حد تک آج ٹوٹ گئی ہے؟

ایسے میں ''پکی دوستی'' جیسی کہانی بچے اور نوجوان کی بکھرتی ہوئی جذباتی دنیا میں یادداشت کا ایسا بیج بو دیتی ہے جو اکیلے پن میں بھی دکھ اور سکھ کی تمام تر کائنات کو اپنے اندر سموئے رہتا ہے۔ اس کہانی میں ایک پیڑ ہے جو اکیلا رہ گیا ہے اور اس کے دل میں کہانیاں اٹڈ رہی ہیں۔ یہ کہانیاں ایک بالکل تنہا شخص کے دل میں بھلا کیسے آ جاتی ہیں؟ اکیلا رہ جانے والا کوئی بچہ یا بڑا اپنی تنہائی کا کیا کرتا ہے؟ ساتھ کا معنی کیا ہے ساتھ محبت کا؟ جب وہ نہیں ہوتا تو یادداشت اور فن کس طرح اس خلا کو پُر کرتے ہیں۔

اس کہانی میں انسان کے سکھ دکھ کی ایسی تصویر ہے جس سے بچوں کو روبرو کرانے کی کوشش مصنف نے بڑی دلچسپی اور جذباتیت کے ساتھ کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خواب اور یادداشت اور محبت و جدائی بچوں اور بڑوں کی مشترکہ جذباتی دنیا میں رہتے ہیں۔ اس لیے یہ کتاب سب کے پڑھنے کے لایق ہے۔ بچوں کی ایسی کتابیں بھی ضرور ہو سکتی ہیں جو صرف بڑوں کو اچھی لگتی ہیں۔ جنھیں پڑھ کر نوجوان یہ سوچتے ہیں کہ بچوں کو اچھی لگنی چاہیے۔ ان میں سے بیشتر کتابیں کوئی ایسا پیغام لیے ہوتی ہیں جو بڑے، بچوں کو دینا چاہتے ہیں۔ یہ پیغام عام طور پر انھیں شبہات سے پیدا ہوتے ہیں جو بڑوں کو جدید زندگی بھی محصور کیے رہتی ہیں۔ سچائی، ایمانداری اور حق پسندی وغیرہ کے تصورات سے بھری ان کہانیوں میں بچوں کے لایق کچھ ہوتا بھی ہے یا نہیں، یہ دیکھنے اور سمجھنے کی بات ہے۔ بچے کیا ان کا بار اٹھا بھی سکتے ہیں یا نہیں، یہ بھی بڑوں کے لیے ایک اہم سوال ہے۔ اگر ہم ادب اطفال کی ایک اور

تصنیف ''پیاسی مینا'' کو دیکھیں جس میں ایک نرم دل بچہ کہانی کے آخر میں پرندوں کے لیے باغیچے میں پانی رکھ دیتا ہے تو یہ ایک کامیاب فن پارہ اس لیے ہے کیوں کہ مینا اور دیگر پرندوں کی پانی کی تلاش خوبصورت تصاویر اور کہانی کے اسلوب سے ایک گہرا تجربہ قائم کرتی ہے۔ اور اگر اس میں پیغام ہے بھی تو پیغام کی طرح ہی وہ میٹھا لگتا ہے کڑوا نہیں۔

''پکی دوستی'' ادب اطفال میں پیچیدہ اور آسان دونوں طرح کے جذبات کو دلچسپ انداز سے ابھارتی ہے۔ یہ شاید ان انوکھی اور بیش قیمت کتابوں میں سے ایک ہے جو آپ کے دل کے ایک استفہامی اور فلسفیانہ گوشے کو چھولیتی ہے۔ کچھ ہے جو بغیر حل کیے رہ جاتا ہے اور اس طرح یہ کتاب اچھے ادب کی طرح استعمال کی چیز نہیں ہے۔ اس میں ایسا بہت کچھ ہے جو بچوں اور بڑوں کو کئی سیاق میں یاد آئے گا، بھلے ہی وہ پہلی مرتبہ اس کتاب کی روح تک نہ پہنچ پائیں۔

اور جہاں تک تصاویر کا سوال ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ کہانی کی محض تصویر ہی پیش کرتے ہیں۔ وہ ایک فن کار کی تصاویر ہیں جو رنگوں میں چھپے معنی کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے اور شاید اسی لیے یہ تصاویر کہانی میں چھپے ہوئے مفہوم کو وسعت دیتی ہیں، انھیں کھول کر نہیں رکھ دیتیں۔ اسلوب حقیقت پسندانہ نہیں ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ایک خواب کو اس کے پوری پراسراریت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ دراصل بہت کم الفاظ میں لکھی گئی یہ کہانی ان تصاویر کے ساتھ مل کر ہی مکمل فن پارے کی شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے، الگ سے نہیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بڑوں کو بھی خوبصورت اور باتصویر کتابیں پڑھنے کو ملنی چاہئیں بھلے وہ بچوں کے لیے ہی کیوں نہ لکھی گئی ہوں۔

منسلک مضمون باب 2 کے لیے

کیا کیا ہو بچوں کی ایک کتاب میں؟

کملیش چندر جوشی

حالیہ برسوں میں ابتدائی سطح کے بچوں کے لیے معاون درسی اشیا کے طور پر باتصویر کتابوں کی اشاعت میں غیر سرکاری تنظیموں نے بڑی دلچسپی دکھائی ہے۔ اس کے نتیجے میں بچوں کے لیے کئی نئی باتصویر اشیا تیار کی جا رہی ہیں اور بچوں تک پہنچانے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف نوعیت کے ورک شاپ کا انعقاد بھی عمل میں لایا جا رہا ہے جن میں بچوں کی کتابوں اور ان کے لیے لکھنے سے متعلق پہلوؤں پر بحث ہوتی رہی ہے۔

کچھ وقت پہلے بچوں کے لیے لائبریری پروگرام چلانے والے اور بچوں کے لیے کتابوں کی اشاعت سے وابستہ نئی دہلی کے ایک ادارے نے ایسے ہی امور پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لیے ورک شاپ منعقد کی تھی۔ اس میں بچوں کی کتابوں اور ان کے لیے لکھنے سے متعلق نکات پر ایک دوسرے کے خیالات معلوم کیے گیے اور بعض معاملات میں مستحکم ہدایتیں بھی قائم ہوئیں۔ انھیں مباحثوں کی بنیاد پر یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے۔

اچھی کتاب کے اشارے

یوں تو اچھی کتاب کو کسی خاکے میں محدود کرنا مشکل ہے۔ ورک شاپ میں سب سے پہلے اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی کہ بچوں کے لیے اچھی کتاب کے معنی کیا ہیں؟ ورک شاپ میں شامل تمام شرکا نے اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ بچوں کی کتابوں میں کافی تصویریں ہوں، ان کے اردگرد کا ماحول ہو، کہانی اور نظموں میں جانوروں اور پرندوں کے کردار ہوں، کہانی کا اختتام خوشی پر ہو، حروف کی شکل بڑی ہو وغیرہ۔

اتنی گفتگو کے بعد ان کی توجہ اس بات کی طرف دلائی گئی کہ آپ جن پہلوؤں کی بات کر رہے ہیں ان کو دھیان میں رکھتے ہوئے بہت سی اشیا بازار میں ابھی بھی موجود ہیں۔لیکن کیا محض ان نکات کی بنیاد پر ادب اطفال کو اچھا یا برا کہا جا سکتا ہے؟ شاید ضرورت اس بات پر غور کرنے کی بھی ہے کہ ہمارے ذہن میں بچوں کا کیا تصور ہے اور اس تصور کو بچوں کی موجودہ کتابوں میں کس طرح پیش کیا گیا ہے۔

آگے بحث کے دوران یہ بات ابھر کر سامنے آئی کہ ادب اطفال میں بچے کی آزادانہ شکل کا ابھرنا ضروری ہے، جس میں اس کی اپنی بات، اپنی فکر، اپنا تخیل اور منطقی انداز نظر آئے۔اس طرح بچوں کی کتابوں میں بچوں کی خود فیصلہ لینے کی صلاحیت، اپنی منطق پیش کرنے کی مہارت وغیرہ داخلی اقدار نظر آسکتی ہیں۔اس کی مثال پریم چند کی کہانی 'عیدگاہ' میں نظر آتی ہے۔اس کہانی میں جہاں ایک بچے کا اپنی دادی کے تئیں حساس ہونا ابھر کر آتا ہے وہیں دوسری جانب یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ حامد اس کہانی میں کہیں نہ کہیں آزادانہ طور پر فیصلہ لے سکنے والی حالت پر بھی قائم رہتا ہے۔کہانی میں حامد چمٹا لینے کے حق میں اپنے دلائل مضبوطی کے ساتھ پیش کرتا ہے اور اپنی دادی کے لیے چمٹا خرید لیتا ہے جب کہ اس کے ساتھی مختلف قسم کے کھلونے خریدتے ہیں۔ یہ بچوں کے لیے کہانی کی ایک اہم داخلی قدر ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اس طرح نیشنل بک ٹرسٹ سے شائع شدہ کتاب 'بس کی سیر' کا خاص کردار وِلّی بھی اپنے معمولی تجسس کی بنا پر بس کا سفر کرتی ہے۔اپنے دلائل سے وہ بس کنڈیکٹر اور بس کے مسافروں کو مطمئن کرتی ہے۔اس کہانی میں ایک بچی اپنی فکر، اپنی دلیل اور اپنے تجسس کو ظاہر کرتی ہے جو ایک نئی نوعیت کی سماجی قدر ہے۔

نیشنل بک ٹرسٹ سے شائع ایک اور کتاب 'کجری گائے جھولے پر' میں بھی گائے کے ذریعے بچوں کے جذبات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک گائے اپنے روزمرہ کاموں کو چھوڑ کر آزادانہ طور پر سوچتے ہوئے جھولا جھولنے کا تجربہ کرنا چاہتی ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ادب اطفال میں بچوں کی امیج کو سمجھنا اچھی کتاب کا اشارہ ہو سکتا ہے۔ عام

طور پر بازار میں دستیاب مختلف کتابوں میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہانی کے کردار تو بچے اور چرند پرند ہو سکتے ہیں لیکن وہ بڑوں کی سوچ کے مطابق اپنے امور انجام دیتے ہیں اور اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اس قسم کی اشیا سے بازار بھرا ہوا ہے۔

بچوں کی کتابوں کے دیگر اشاروں کو سمجھنے کے لیے ہم کچھ اور کتابوں پر نگاہ دوڑا سکتے ہیں۔ مثلاً چلڈرن بک ٹرسٹ کی شائع کردہ کتاب 'بڑھیا کی روٹی' کو ایک لوک قصے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں واقعات کی تکرار ہے اور یہ کہانی بچے کے ماحول سے مضبوطی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اس طرح کی کہانی میں بچوں کو واقعات کی تکرار کے ذریعے یہ اندازہ لگانے کا موقع ملتا ہے کہ آگے بڑھیا کس کس کے پاس جائے گی اور روٹی حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ تارا بائی مودک کی کہانی 'کھیرا کھاؤں کچر کچر' میں بھی اسی نوعیت کی تکرار ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ اس طرح کی کہانیاں بچوں کو پسند آتی ہیں۔

کئی مرتبہ بچپن کے واقعات یا تجربات بھی بچوں کو بہت اچھے لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر چلڈرن بک ٹرسٹ کی شائع کردہ کتاب 'ننھیال میں گذرے دن'' کو یاد کر سکتے ہیں۔ اس میں بچپن کے واقعات کو عام فہم انداز میں ترتیب وار پیش کیا ہے۔ بچے انھیں پڑھ کر ان میں کہیں نہ کہیں اپنا عکس دیکھتے ہیں۔ اپنے تجربات سے جوڑتے ہوئے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

تصاویر کی اہمیت

ادب اطفال میں تصاویر پر مباحثے کے دوران یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ تصویر میں روانی ہونی چاہیے جس سے بچے کو لگے کہ ان میں کچھ ہو رہا ہے بجائے اس کے کہ تصویر ساکت ہے۔ اس میں ہاتھی کے چہرے پر موجود تمام تاثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ تصاویر کے لحاظ سے ایسے ہی کچھ نام یاد آتے ہیں۔ نیشنل بک ٹرسٹ کی 'دادی نے کی بنائی'، 'چودہ چوہے گھر بنانے چلے'، 'کجری گائے جھولے پر'، اسکالسٹک انڈیا کی 'پاجی بادل' وغیرہ۔ ان تمام کتابوں میں تصویر کی باریکیوں کو دیکھا جا سکتا ہے اور چیزوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی جو بچے ٹھیک سے پڑھ نہیں پاتے وہ بھی تصویروں کی مدد سے کہانی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور خود اسے وسعت دیتے ہیں۔

طے شدہ کردار اور زبان

بچوں کی اچھی کتابوں پر مباحثے کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ بیشتر کتابوں کے کردار گڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ایک بڑی عمر کی شخص کے نظریے سے سوچتے یا کام انجام دیتے ہیں۔ اس سے کہانیاں ایک ہی ڈھرے پر چل پڑتی ہیں اور ان کے اندر بچوں کا کوئی تجربہ نظر نہیں آتا ہے۔

عام طور پر کہانیوں کے کرداروں میں یک طرفہ ہیرو کی خوبیاں بھری ہوتی ہیں جس سے آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ کہانی میں ہیرو کون ہے اور ولن کون ہے۔ کہانی میں ہیرو ہر مسئلہ کا حل تلاش کر لیتا ہے اور آخر میں فتح حاصل کرتا ہے۔ ایسی کہانیاں بچوں کو کوئی نیا نظریہ نہیں فراہم کرتیں۔ انھیں چمپک اور دوسری قسم کی کامکس میں اکثر و بیشتر دیکھا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا باتوں کا دھیان رکھتے ہوئے عہد حاضر میں ادب اطفال میں چلے آ رہے کچھ فرسودہ رجحان کو توڑنے کی ضرورت ہے چاہے وہ زبان کی سطح پر ہو یا موضوعات کی سطح پر۔ زبان کی سطح پر یہ کہا جاتا ہے کہ بچوں کے لیے آسان جملے ہوں۔ لیکن یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ اگر زبان میں بچوں کے مقامی ماحول کے کئی الفاظ آسانی سے شامل ہو جاتے ہیں تو ان سے متعلق کوئی مسئلہ نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔ اس بات کو بھی دھیان میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ بچوں کے لیے زبان بناوٹی نہ ہو۔ اگر الفاظ بآسانی استعمال کیے جائیں تو مشکل الفاظ کو بھی بچے کہانی کے پس منظر کے ذریعہ اندازہ لگا کر سمجھ سکتے ہیں۔ گلزار کے مطابق بچوں کے لیے تخلیقات 'پاجی بادل'، 'بوسکی کا پنچ تنتر'، 'بوسکی کے برہمن'، 'پوٹلی بابا کی' وغیرہ کتابوں میں زبان کی روانی اور قصہ گوئی دیکھنے کو ملتی ہے اور اردو کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ اس سے کہانی طاقت ور ہوتی ہے۔ ایسی ہی باتیں 'ننھیال میں گزرے دن' میں بھی نظر آتی ہیں۔ بچوں کے لیے معاون درسی مواد تیار کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بچوں کا اچھے ادب سے تعارف کرایا جا سکے۔

لوک کتھائیں اور پنچ تنتر کے بارے میں بحث کے دوران یہ باتیں سامنے آئیں کہ لوک کتھائیں اور پنچ تنتر بچوں کو دھیان میں رکھ کر نہیں لکھے گئے کیوں کہ اس وقت بچوں کے لیے الگ سے لکھنے کی کوئی روایت موجود نہیں تھی۔ دوسری بات یہ کہ ان قصوں میں کہیں کہیں عورت اور مرد کے تعلقات سے متعلق گفتگو بھی شامل ہے جس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ محض بچوں کے لیے لکھی گئی ہوں گی۔ ساتھ ہی لوک کتھاؤں کو سمجھنے کے لیے مقامی ماحول پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ بیشتر لوک کتھائیں سننے کی روایت کے تحت لکھی گئی ہیں۔ کئی لوک کتھاؤں میں عام زندگی کے مسائل کو تصورات کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ان میں کسی چیز کی تخلیق کی کہانی بتائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر دنیا کیسے بنی؟ ایسی کہانیوں میں منطقی یا سائنسی نقطۂ نظر کی توقع کرنا بے معنی ہے کیوں کہ وہ اس نقطۂ نظر کو ذہن میں رکھ کر لکھی ہی نہیں گئی ہیں۔

لوک کتھاؤں کو بچوں کے ساتھ پڑھتے وقت بچوں سے یہ ضرور پوچھنا چاہیے کہ کہانی میں مسئلے کا جو حل تجویز کیا گیا ہے، ان کی نظر میں اس کے علاوہ کیا کوئی اور حل بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔

لوک کتھاؤں کی ایک قسم 'ہیروازم' سے متعلق ہوتی ہے۔ ان کا مرکزی کردار بے حد طاقت ور اور بہادر ہوتا ہے۔ وہ ہر مسئلے کا حل اپنی جوانمردی سے نکال لیتا ہے۔ لوک کتھاؤں میں بھوت، چڑیل، جادو، کرشمہ، چوری اور ٹھگی وغیرہ کا عکس موجود ہوتا ہے۔ یہ سب اس زمانے کے سماجی حقائق کا حصہ تھے۔ اسی طرح لوک کہانیوں میں کئی قسم کی سماجی تفریق بھی اکثر و بیشتر نظر آتی ہے۔ اس لیے ہمیں اپنا نظریہ صاف رکھنا چاہیے تاکہ ہم یہ طے کر پائیں کہ کس لوک کہانی کو بچوں کے لیے استعمال کریں اور کس مقصد کے حصول کے لیے کریں۔

کامکس سے متعلق گفتگو میں واضح ہوا کہ یہ ایک جدید صنف ہے جس میں تصویروں کو بنانے کے لیے محدود جگہ ہے۔ اس وجہ سے مصور کی تخلیقیت کے لیے زیادہ گنجائش نہیں باقی نہیں رہتی۔ کامکس میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ واقعات یکا یک چھلانگ لگاتے ہیں اور خیالات غائب رہتے ہیں۔ کامکس میں بچوں میں غور و فکر کرنے اور خود سے خیالی تصویر بنانے کی گنجائش ہی نہیں رہ پاتی۔ اس لیے بچوں کو کامکس

کے علاوہ دیگر درسی مواد سے بھی متعارف کرایا جانا چاہیے۔ ساتھ ہی کامکس کے خاکے کو سمجھنے کی ضرورت بھی ہے۔ اس خاکے میں بھی بچوں کے لیے اچھی کہانی تخلیق کی جا سکتی ہے۔

ابتدائی عمر کے قاری

تین سے چھے برس کے بچوں کے لیے کتابوں کے بارے میں کی گئی گفتگو کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ اسکول میں داخل ہونے سے پہلے بچوں کے پاس کہانی کا ایک ڈھانچہ موجود ہوتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بچے اپنے والدین، دادا دادی، نانا نانی سے گھر پر کہانی سنتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے ذہن میں کہانی کا ایک خاکہ ہوتا ہے اور اس خاکہ کو حاصل کر لینے کے بعد بچے اسے آسانی سے قبول کر لیتے ہیں اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ایسی کتابوں کی فہرست میں رتنا ساگر کی شائع کردہ کتابیں ''لالو پیلو''، ''ہیرا''، نیشنل بک ٹرسٹ کی کتابیں ''آم کی کہانی''، ''مینڈک اور سانپ''، یونیسیف لکھنؤ کی کتاب ''بھالو کا بچہ'' اور ''ایکلویہ'' بھوپال سے شائع کچھ باتصویر کہانیاں ''میں بھی...''، ''روسی پوسی''، ''چوہے کو ملی پنسل''، ''ناؤ چلی'' وغیرہ شامل ہیں جنھیں بچے بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ رتنا ساگر کے ذریعے شائع ''میز-'''' گھیرا'' وغیرہ تخیلاتی موضوع کی کتابوں سے بچے لطف اندوز نہیں ہو پاتے کیوں کہ اس میں کہانی کا کوئی خاکہ نہیں ہوتا۔

تین سے چھے برس کی عمر کے بچوں کے لیے باتصویر کتابیں بھی مفید ہوتی ہیں جن سے بچوں میں کتابوں کے تئیں دلچسپی پیدا کی جا سکتی ہے لیکن، ہمارے یہاں اتنے چھوٹے بچوں کے لیے باتصویر کتابوں کی اشاعت کی مضبوط روایت موجود نہیں ہے۔ باتصویر کتابوں میں صرف تصاویر ہوتی ہیں اور ان کے ذریعے کہانی بیان کی جاتی ہے۔ ان کتابوں میں ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ تصاویر ایسی ہوں جنھیں آسانی سے جوڑ کر بچے کہانی کا اندازہ لگا سکیں۔ باتصویر کتابوں کو تیار کرنے میں مصور کا کردار بے حد اہم ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں اس طرح کی باتصویر کتابیں زیادہ چھپتی ہیں جن کا مقصد نصاب کو مضبوط بنانا ہے۔

کس طرح کی کتابیں

چھوٹے بچے چرند و پرند کو بڑی اپنائیت سے دیکھتے ہیں۔ ان میں بچوں کے جذبات کی طرح رفتار بھی ہوتی ہے۔ ساتھ ہی جانور اور پرندے آسانی سے بچوں کے ماحول میں نظر آتے ہیں اور ان میں سے بعض پالتو بھی ہوتے ہیں۔ جب چرند و پرند کی کسی کہانی میں بچے اپنی سرگرمیوں کو تخیل اور فنٹاسی کے طور پر دیکھتے ہیں تب وہ اس کا لطف اٹھاتے ہیں۔ کئی مرتبہ بچوں کے لیے جانوروں اور پرندوں کی کہانیوں میں کرداروں کا انسانی روپ پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی بہت ساری کہانیاں موجود ہیں اور اس میں کوئی برائی بھی نہیں ہے کہ جانور اور پرندے انسانی برتاؤ کریں یا اپنی فطرت کے مطابق۔ دونوں نوعیت کی کہانیاں بچوں کے لیے لکھی جاتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کو طربیہ کہانیاں اچھی لگتی ہیں کیوں کہ وہ دنیا کو بہتر انداز میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی گڑبڑ نہ ہو اور اگر کوئی گڑبڑ ہو بھی رہی ہو تو آخر میں مثبت حل تلاش کیا جائے اور یہ احساس ہو کہ سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔

چھوٹے بچوں کو ایسی کہانیاں بھی اچھی لگتی ہیں جن میں واقعات کی تکرار ہو جیسے ''روسی پوسی، ناؤ چلی' میں بھی وغیرہ کتابوں کو دیکھیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان میں بچوں کے لیے آسان سرگرمیاں موجود ہیں اور بچوں کی فکر کے مطابق واقعات کا تکرار بھی ہے۔ اسے اس بات سے جوڑ کر دیکھا جا سکتا ہے کہ اگر ان کہانیوں میں نظم کی دو چار سطریں آتی ہیں تو بچوں کو مزہ آتا ہے۔ جیسے درسی کتاب میں پڑھی ہوئی ایک کہانی یاد آ رہی ہے جس میں گلہری کو محنتی اور کوے کو کاہل پیش کیا گیا ہے۔ گلہری کوے کو اپنے ساتھ کام پر چلنے کے لیے کہتی ہے لیکن وہ یہی دہراتا ہے کہ تو چل میں آتا ہوں، چپڑی روٹی کھاتا ہوں، ہری ڈال پر بیٹھا ہوں، ٹھنڈا پانی پیتا ہوں اور اس طرح سے یہ سطریں بار بار دہرائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے بچہ کہانی کے ڈھانچے کو سمجھ لیتا ہے اور اسے کہانی میں لطف بھی آتا ہے۔ بچوں کے لیے کہانیاں 'اوپن اینڈیڈ' بھی ہو سکتی ہیں۔ جس میں بچوں کو کہانیوں کا ایک حل بھی دیا گیا ہو اور وہ اس کا دوسرا متبادل بھی تلاش کر سکتے ہیں یا اپنی سوچ سے کہانی کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

اس ورک شاپ میں یہ بات بھی زور دے کر کہی گہی کہ درسی کتابوں کے علاوہ معاون مواد کو بچوں کے ساتھ زبان کی کلاس میں عملی طور پر استعمال کیا جانا چاہیے جس سے زبان کی تدریس کو ایک نئی سمت ملے۔قومی درسیات کا خاکہ — 2005 کے زبان سے متعلق فوکس گروپ کی رپورٹ میں بھی بڑی شدت سے معاون مواد کے استعمال کا ذکر کیا گیا ہے۔اس سے زبان کی تدریس کے تئیں نیا نظریہ قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

باب 3 : بچوں کو کہانی سنانا

موضوع : بچوں کو کہانی سنانا جیسا روایتی فن اب ہمارے درمیان سے اٹھتا جا رہا ہے۔ کلاس میں کہانی سنانا کثیر جہتی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں اساتذہ پابندی سے اپنی کلاسوں میں کہانی سناتے ہیں وہاں بچوں کے اندر اسکول آنے کی دلچسپی قائم رہتی ہے اور استاد کے ساتھ ان کا جذباتی رشتہ بھی قائم رہتا ہے۔ کہانی سنانا خالی اوقات کو گذارنا نہیں ہے۔ یہ بچوں میں پڑھنا سیکھنے کے عمل میں بے حد معاون ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے بچے زبانی اور تحریری دونوں زبانوں کی خصوصیات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ بار بار سنے ہوئے الفاظ کو کتابوں میں چھپا ہوا دیکھ کر اس سے وہ اپنا رشتہ قائم کر لیتے ہیں۔ سابقہ تجربے سے وابستہ ہونے اور اندازہ لگانے کے کئی متبادل ان کے پاس موجود ہوتے ہیں۔

اہم نکات :

(i) کہانی زبانی سنانے اور پڑھ کر سنانے کی ضرورت

(ii) سنانے کے لیے کہانی کا انتخاب

(iii) کہانی پڑھ کر سنانا اور اس کی تیاری

(iv) کہانی سنانے سے پڑھنے کی مہارت کا فروغ

(v) کہانی سنانا اور اپنائیت کا احساس

پڑھنے کی اشیا :

(i) کہانی کہاں کھوگئی

(ii) کہانی سنانے کی ضرورت

(iii) منتخب ادب اطفال سے تعلق رکھنے والی تین کتابیں

سرگرمیاں:

(i) مضامین کو پڑھنا

(ii) غور وفکر اور مباحثہ

(iii) تجزیہ

(iv) منصوبہ تیار کرنا

(v) کر کے دکھانا/ پیش کش

اجلاس کے ممکنہ نتائج:

(i) کہانی کے انتخاب کے اصولوں کی وضاحت

(ii) کہانی زبانی سنانے اور پڑھ کر سنانے کی باریکیاں سمجھنا

(iii) کہانی کے تجزیے کی صلاحیت پیدا کرنا

(iv) کہانیوں کے ذخیرے کو تیار کرنے کی اہمیت کو سمجھنا

اجلاس کی منصوبہ سازی

موضوع : بچوں کو کہانی سنانا

وقت : 3 گھنٹے

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ I : کہانی زبانی سنانے اور پڑھ کر سنانے کی ضرورت	وقت	اشیا
سرگرمی I	سوال، غور وفکر اور پڑھنا	30 منٹ	کہانی سنانے کی ضرورت
سرگرمی II	پڑھنا اور مباحثہ	15 منٹ	

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ II : سنانے کے لیے کہانی کا انتخاب	وقت	اشیا
سرگرمی I	غور و فکر، بات چیت، پیش کش اور تجزیہ	30 منٹ	—

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ III : کہانی پڑھ کر سنانا اور اس کی تیاری	وقت	اشیا
سرگرمی I	پیش کش اور مباحثہ	60 منٹ	کتابیں — تین بلیاں، چھوٹا سا موٹا سا لوٹا، لوٹ کر چوہا گھر کو آیا

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ **IV** : کہانی سنانے سے پڑھنے کی مہارت کی نشوونما	وقت	اشیا
سرگرمی I	پڑھنا، غور و فکر اور منصوبہ	30 منٹ	کہانی کہاں کھو گئی ۔ مضمون

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ **V** : کہانی سنانا اور اپنائیت کا احساس	وقت	اشیا
سرگرمی I	غور وفکر، لکھنا اور پیش کش	15 منٹ	—

موضوع : بچوں کو کہانی سنانا

اہم نکتہ I : کہانی زبانی سنانے اور پڑھ کر سنانے کی ضرورت

سرگرمی I : سوال، غور وفکر اور پڑھنا

پہلا مرحلہ : سوال اور غور وفکر

سوال 1 : پہلی اور دوسری جماعت میں خاص طور پر کہانی سنانے کی ضرورت کیوں ہے؟ اختصار کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

سوال 2 : کہانی بچوں کی کون کون سی صلاحیتوں کو فروغ دیتی ہے؟

دوسرا مرحلہ : پڑھنا اور غور وفکر

'کہانی سنانے کی ضرورت' مضمون کو پڑھ کر اپنے خیالات کو ان کی بنیاد پر پرکھیے۔

تیسرا مرحلہ : مباحثہ اور نتیجہ

خود اپنے خیالات اور مضمون سے پیدا شدہ خیالات کے اہم نکات کو بورڈ پر لکھیے۔

سرگرمی II : پڑھنا اور مباحثہ

پہلا مرحلہ : پڑھنا

بچوں کے لیے کتابوں سے پڑھ کر سنائی گئی کہانی بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔ اس کے بعض فائدے درج ذیل ہیں:

پڑھ کر سنانے کے فائدے

- پڑھنا بچوں کے لیے پرلطف تجربہ ہوتا ہے۔
- مختلف واقعات، موضوعات اور معاملات کے ذریعے بچے بہت کچھ جاننے اور سمجھنے لگتے ہیں۔
- تحریری زبان کی شکل اور ساخت کو سمجھنے لگتے ہیں۔
- کہانی کا اپنا ایک ڈھانچہ ہوتا ہے، اس بات کو بچے سمجھنے لگتے ہیں۔ جیسے قصہ کا ہونا، واقعات کی ترتیب، مسئلہ اور اس کا حل۔
- بچوں کو پڑھتا ہوا دیکھ کر پڑھنے کا عمل بڑی حد تک سمجھ میں آنے لگتا ہے۔

دوسرا مرحلہ : مباحثہ (گروپ میں)

پڑھے ہوئے نکات پر گروپ میں گفتگو کریں۔ یہ نکات آپ کے لیے آگے کی سرگرمیوں کے تجزیے میں معاون ثابت ہوں گے۔

اہم نکتہ 2 : سنانے کے لیے کہانی کا انتخاب

سرگرمی I : غور وفکر، بات چیت، پیش کش اور تجزیہ

پہلا مرحلہ : غور وفکر اور بات چیت

سنی گئی یا پڑھ کر زبانی سنائی گئی اپنی پسندیدہ کہانیاں شرکا یاد کریں اور آپس میں گفتگو کریں۔

دوسرا مرحلہ : پیش کش

دو یا تین شرکا اپنی مرضی سے اپنی پسندیدہ کہانی سنائیں۔

تیسرا مرحلہ : تجزیہ

سنائی گئی کہانی کا درج ذیل نکات کی روشنی میں تجزیہ کریں۔

1. قصہ
2. زبان
3. دلچسپی
4. روانی
5. وضاحت
6. کہانی سنانے کا انداز

مباحثے کے دوران تربیت کاران نکات کو ذہن میں رکھ سکتے ہیں

1۔ کہانی کی زبان فطری اور آسان ہو۔

2۔ قصہ میں زیادہ پیچیدگی نہ ہو۔ ذیلی قصہ ایک سے زیادہ نہ ہو۔

3۔ بچوں کو کہانی کے خاتمے کا تصور سمجھ میں نہیں آتا، اس لیے کہانی ختم ہونے کے بعد بھی وہ 'آگے کیا ہوا؟'، 'پھر کیا ہوا؟' جیسے سوالات پوچھتے ہیں۔ اس لیے قصے میں تسلسل ہو۔ کہانی کو کسی بھی پہلو سے اس تسلسل کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

4۔ کہانی کا موضوع کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ گاؤں کا بچہ کمپیوٹر، ہوائی جہاز، خلائی طیارہ، آسمان میں گھومنے کی خواہش نہ کر پائے۔ یا یہ بھی ضروری نہیں کہ شہر کا بچہ دہی بلونا، بھینس کے ساتھ کھیلنا وغیرہ باتیں سمجھ نہ سکے۔ بچے کی سوچنے کی صلاحیت کا پیمانہ پہلے سے طے کر کے نہ چلیں۔

5۔ نصیحت آموز کہانی کا انتخاب نہ کریں اور نہ ہی اپنی منتخب کہانی سے اخذ کر کے کوئی نصیحت دیں۔ کہانی خوشی کے لیے، پڑھنے اور سمجھنے کے لیے، بچوں کی دلچسپی پیدا کرنے کے لیے سنانا ہے اس بات کا خیال رکھیں۔ کہانی کو سمجھنے کے معاملے میں ان کے خیالات کو صحیح سمت میں موڑ کر چھوڑ دیں۔ حل انھیں خود تلاش کرنے دیجیے۔ ان کے سوالات کے جواب دیجیے، باقی بچوں سے بھی جواب معلوم کیجیے۔ کہانی سے متعلق بعض دیگر توقعات کی جانب ان کی توجہ دلائیے۔

بحث کے دوران پیش آنے والے نکات کو چارٹ/ بورڈ پر لکھیں۔

اہم نکتہ 3 : کہانی پڑھ کر سنانا اور اس کی تیاری

سرگرمی I : پیش کش اور مباحثہ

تربیت کار بچوں کو منتخب کہانیوں میں سے پڑھ کر سنانے کے لیے کسی کتاب کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر 'تین بلیّاں'، 'چھوٹا سا موٹا سا لوٹا'، 'لوٹ کر چوہا گھر کو آیا' وغیرہ کتابیں منتخب کر کے انھیں خود پڑھیں اور پڑھ کر سنائیں۔

تربیت کار اپنی تیاری کے لیے اور پڑھ کر سناتے وقت کلاس میں گفتگو کے لیے درج ذیل نکات کو پیش نظر رکھ سکتے ہیں۔

- منتخب کی گئی کتاب کے حروف بڑے ہوں، تصویریں صاف اور دلچسپ ہوں۔
- کہانی پڑھ کر سنانے میں دس پندرہ منٹ سے زیادہ وقت نہ صرف کریں۔
- سننے والوں کا دھیان سرورق اور عنوان کی جانب لے جائیں۔ کچھ اندازہ لگانے والے سوالات پوچھیں جیسے 'لوٹ کر چوہا گھر کو آیا' کہانی میں اور کون کون سے کردار ہیں؟
- کہانی سنانے کی تیاری کے لیے کہانی کو خود کئی مرتبہ اچھی طرح پڑھ لیں۔ ایسا کرنے سے آپ کے سنانے میں روانی آئے گی۔ آپ کہانی کے موڑ، رموز اوقاف، لفظوں، کرداروں کی خوبیوں سے واقف ہو جائیں گے۔
- کہانی میں ایسی تصاویر، صفحات اور نکات پہلے سے طے کر لیں جن پر بچوں کی توجہ دلائی جا سکتی ہو۔ جیسے 'تین بلیاں' کہانی میں جب تینوں بلیاں آٹے کے ڈبے میں گھس جاتی ہیں تو اندازہ لگانے کے لیے بچوں سے سوال پوچھ سکتے ہیں کہ کس بلی کا رنگ نہیں بدلے گا یا 'لوٹ کر چوہا گھر کو آیا' کی تصاویر کو دکھا کر پوچھ سکتے ہیں کہ بتاؤ گلہری کہاں ہے؟
- سننے والوں کا گروپ اتنا ہی بڑا ہو جس میں تمام بچے پڑھی جانے والی کتاب کو دیکھ سکیں۔

اہم نکتہ 4 : کہانی سنانے سے پڑھنے کی مہارت کا فروغ

سرگرمی I : پڑھنا، غور وفکر اور منصوبہ

پہلا مرحلہ : پڑھنا اور غور وفکر

'کہانی کہاں کھو گئی' مضمون کے دیے گئے حصے کو پڑھیں اور اس میں پیش کردہ خیالات پر گفتگو کریں۔

دوسرا مرحلہ : منصوبہ

(گروپ کا کام – 5 یا 6 لوگوں کے گروپ میں)

اپنی کلاس کے لیے کہانی کا مجموعہ کیسے تیار کریں گے اس کا منصوبہ بنائیں۔اس کے لیے نیچے دیے گئے نکات معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

1۔ کہانیاں کہاں سے لائیں؟

2۔ مجموعے، متنوع اور اچھی کہانیوں کا نمونہ پیش کریں۔

3۔ کہانیاں ایسی ہوں جنھیں بار بار سننے کے لیے بچے بے تاب ہوں۔

تربیت کار مباحثے کے لیے ان نکات کو ذہن میں رکھ سکتے ہیں:

1۔ کلاس میں آنے سے پہلے بچوں کا تعارف کہانیوں سے ہو چکا ہوتا ہے۔

2۔ گھروں میں کہانی سننے اور سنانے کی مضبوط روایت ملتی ہے۔

3۔ روایتی کہانی بچوں کو اس سے رشتہ قائم کرنے کا موقع دیتی ہے۔

اہم نکتہ 5 : کہانی سنانا اور اپنائیت کا احساس

سرگرمی I : غور وفکر، تحریر اور پیش کش

شرکا کو کہانی سنانے کے دوران اگر ذاتی تجربات پیش آئے ہیں تو انھیں پیراگراف کی شکل میں لکھیں۔اپنے تجربات سنائیں اور ان پر غیر رسمی گفتگو کریں۔

مُسلک مضمون باب 3 کے لیے

کہانی کہاں کھو گئی؟

کرشن کمار

آج ایسے لوگ شاذ و نادر ہی ہیں جو روزانہ اپنے بچوں کو ایک کہانی سناتے ہیں۔ پنچ تنتر کے کسی واقعے کا ذکر سن کر سات آٹھ برس کے بچوں کے چہروں پر تجسس کی مسکراہٹ نہیں ابھرتی۔ بہت ساری کہانیاں منھ زبانی سنانے والے اشخاص شہروں اور قصبوں میں شاذ و نادر ہی رہ گئے ہیں اور گاؤں میں بھی مسلسل کم ہوتے جا رہے ہیں۔ نو جوان والدین اپنے بچوں کو کتابوں یا رسالوں سے پڑھ کر ہی ایک کہانی سنا دیں، یہ بھی عام طور پر دیکھنے کو نہیں ملتا۔ ایسی کتابیں بھی اب مشکل سے ہی ملتی ہیں جن میں چھپی کہانیاں مزے لے کر سنائی جا سکیں۔ لوک کہانیوں کے کئی عمدہ انتخابات پندرہ بیس برس پہلے تک موجود تھے، آج ردّی انتخابات بھی تلاش کرنے پر نہیں ملتے ہیں۔

بچوں کو کہانی سنانے کی ایک طویل روایت رہی ہے۔ ماضی قریب میں اس روایت کا زوال ہوا ہے۔ اور یہ زوال عین فطری تھا۔ کہانی جن حالات میں اپنے روایتی انداز میں سنائی جاتی تھی وہ آج کی سماجی زندگی میں ممکن نہیں ہے۔ خاندان اور گاؤں محلے کی روایتی بناوٹ، جس میں کہانی سنانے کا ہنر پروان چڑھا تھا اب بڑے پیمانے پر باقی نہیں بچا۔ لیکن خاندان اور سماج کے نئے حالات میں بچوں کو کہانی سنانے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ پہلے تھی۔

سماجی ادارے میں تبدیلی کے جس عمل سے ہم اب گزر رہے ہیں اس سے ملتی جلتی تبدیلیوں سے دنیا کے کئی صنعتی سماج پہلے گزر چکے ہیں۔ ان سماجوں میں بچوں کو کہانی سنانے کی روایت کا ٹھیک ویسا زوال ہوا جیسا کہ ہم اپنے یہاں آج دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اب ان سماجوں میں کہانی سنانے کے فن کو نئے سرے سے فروغ دیا جا رہا ہے۔ پانچ برس پہلے سابق امریکی ماہر نفسیات برونو بیٹلہائم نے ایک کتاب

'یوز زآف انچینٹمنٹ' لکھی تھی۔اس کتاب میں کہی گئی اہم بات یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کی جذباتی نشو ونما کی گہری ضرورتیں پابندی سے پریوں کی کہانیاں سن کر پوری ہوتی ہیں۔شمالی امریکہ میں اس کتاب پر بڑے پیمانے پر بحث کی گئی اوراس سے کہانی سنانے کےفن کواز سرنو زندہ کرنے میں لگے اساتذہ والدین اور ماہرین تعلیم کو مدد ملی۔

لوک کتھاؤں اور پریوں کی کہانیوں کی ساخت چھوٹے بچوں کے سوچنے کے انداز سے میل کھاتی ہے اور یہی ان کہانیوں کے تئیں چھوٹے بچوں کی دلچسپی کی خاص بنیاد ہے۔بہت سنجیدہ معاملوں کے فکرانگیز اور واجب حل ان کہانیوں کی ساخت میں پیوست ہوتے ہیں۔انسان کی سماجیات اور فطرت اور فطرت کے چیلنج ان کہانیوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔یہ دھارا سماج میں اپنی زندگی ایک چھوٹے جسم اور تمام قسم کی خدشات کے ساتھ شروع کرر ہے چھوٹے بچوں کی کئی ذہنی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔

ان کہانیوں کو سنتے ہوئے چھوٹے بچے اپنی مادری زبان کی بنیادی لے کے رابطے میں آتے ہیں۔ لفظ اور جملے کی ساخت کا ایک پورا خزانہ ان کے ہاتھ لگتا ہے۔اس ذخیرے سے محروم رہ جانے والے بچے کچھ بڑے ہوکر جب پڑھنا اور لکھنا سیکھتے ہیں تب ان کے لیے زبان ایک میکانکی چیلنج بن جاتی ہے۔ وہ معمولی ضرورت یا خواہش نہیں بن پاتی۔بعد میں وہ بغور سننے،صحیح انداز سے بولنے یا گفتگو میں حصہ لینے جیسی مہارتوں کی نشو ونما نہیں کر پاتے ہیں۔

چھوٹے بچوں کو کہانی سنانے کی وکالت کئی جدید ماہرین تعلیم نے کی ہے،اوراس وکالت کے نتیجے میں مغربی ممالک میں اسکولوں اور لائبریریوں نے کہانی سنانے کو اپنے روزانہ کے پروگراموں میں شامل کیا ہے۔ادھر ہندوستان میں ٹھیک ویسی ہی حالت دہرائی جارہی ہے جو امریکہ اور یورپ میں تیس برس پہلے تک رہی۔ہمارے اسکولوں میں آج کل جلدی سے جلدی پڑھنا لکھنا سکھانے پر زور دیا جارہا ہے۔ایسے بچوں کی کمی نہیں ہے جنھیں تین چار برس کی عمر میں ہی حروف شناسی کرادی گئی ہو۔آواز اور لے کی تربیت کی عدم موجودگی میں حاصل کیا گیا یہ حروف شناسی کا علم نہ صرف غیر فائدہ مند ہوتا ہے بلکہ اظہار کی صلاحیتوں کی نشو ونما میں بھی رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ملک میں ہوا آج کل ایسی ہے کہ ہر شعبے

میں لوگ فوراً نتیجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دوا لیتے ہی بیماری دور ہو جائے اور دوڑنا سیکھنے تک بچے کو گنتی گننا اور حروف شناسی آجائے، یہ آج کل کا فیشن ہے۔ اس ماحول میں کہانی سنانے جیسا دھیما اور روزانہ کا کام کون کرے؟

کہانی سنانے کی ادارہ جاتی شروعات ہمارے یہاں ریڈیو نے کی تھی اور بعض اوقات دوردرشن بھی یہ رسم ادا کر لیتا ہے۔ ہمارے یہاں ان نشریاتی ذرائع کا بچوں کے لیے استعمال ٹھیک ویسے ہی ہوا ہے جس طرح بچوں کے رسائل کے مدیران نے اپنے کاروبار کی صلاحیت کا استعمال کیا ہے۔ ریڈیو پر بچوں سے بات چیت کرنے والے دادا اور دادیاں اور بچوں کے رسائل کے مدیران بچوں سے خطاب نہیں کرتے، ان پر جھک کر انھیں توڑی مروڑی ہوئی زبان میں کہانیاں اور نظمیں سناتے ہیں۔ بچوں پر جھکنے کی یہ روایت اب اس قدر عام ہو گئی ہے کہ کئی بچوں کے ادیب اس روایت کی وکالت کرتے ہوئے مل جاتے ہیں۔ وہ یہ مان کر چلتے ہیں کہ بچوں کو کہانی سنانے کے لیے انھیں خود بچہ بننا پڑے گا۔ اس کوشش میں وہ اپنی زبان کی یہ فطری لے اور اپنی شخصیت کی وہ معصومیت کم کر دیتے ہیں جو بچپن میں مجھے کہانی سنانے والے سر و یا بپّا کے اسلوب میں تھی۔ وہ جھک کر نہیں، آرام سے بیٹھ کر کہانی سناتے تھے اور ان سے کہانیاں سنتے ہوئے مجھے یہ بھولنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے پچاس برس بڑے تھے۔ بڑے اور چھوٹے کے درمیان کا فاصلہ کہانی خود طے کرتی ہے۔ اس فاصلے کو کسی غیر فطری حالت، مسکان یا خطاب سے ڈھکنے کی ضرورت نہیں۔

ہندی میں اب تک لوک کتھاؤں اور پریوں کی کہانیوں کو لے کر یہ بحث ہوتی ہے کہ یہ کہانیاں بچوں کے لیے آج بھی سودمند ہیں یا نہیں۔ جو لوگ ان کہانیوں کو نقصان دہ بتا کر سائنس اور حقیقت کے عکاس ادب کی وکالت کرتے ہیں، ان کی بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ یہ کہانیاں بچوں کو ایک تخیلی دنیا میں کھونے کی ترغیب دیتی ہیں۔ انقلاب کے بعد روس میں ٹھیک یہی بحث زوروں سے چلی تھی اور وہاں کے بڑے ماہر تعلیم اور بچوں کے ادیب کورنوئی چکوویلیسکی نے پریوں کی کہانیوں اور لوک کہانیوں کی زبردست حمایت کی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کہانیوں کی مخالفت کرنے والے لوگ ادھورے انقلابی ہیں

جو نہ بچوں کو سمجھتے ہیں، نہ لوک ادب کو۔ ایسے لوگوں کی ہمارے یہاں کمی نہیں ہے۔ ہمارے نشریاتی انتظامات اور تعلیم سے وابستہ بہت سارے لوگ یہ کہتے ہوئے مل جائیں گے کہ کہانی سنانے کا خاص فائدہ یہ ہے کہ کہانی کے ذریعے کوئی اچھا سبق بچوں کو دیا جا سکتا ہے۔ اس تصور کی بنیاد پر وہ نصیحت کی تمام باتوں کو دھیان میں رکھ کر اس کے ارد گرد کہانی بن سکتے ہیں۔ ان کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ کہانی کہنے کی ضرورت کہانی کی سبق آموزی، کہنے کے اطمینان اور انداز میں ہے۔ کہانی کے ذریعے اخلاقیات، علم و سائنس، تواریخ اور تہذیب بچوں کو دینے کی بات بہت ہو چکی اور اس بات کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا۔ کیوں نہ اب اس بات پر زور دیا جائے کہ کہانی سننے کے لائق ہو۔

منسلک مضمون باب 3 کے لیے

کہانی سنانے کی ضرورت

کرشن کمار

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے پرائمری اسکولوں کی ابتدائی دو جماعتوں میں روزانہ کہانی سنانے کے لیے الگ سے کوئی گھنٹی (پیریڈ) نہیں ہوتی۔ اگر ایسا انتظام ہوتا تو بچوں کو اسکول میں روکے رکھنے کا مسئلہ کسی حد تک حل ہو جاتا۔ بہت سے لوگ کہیں گے کہ میں اس مسئلے کی سنجیدگی کو نظرانداز کر رہا ہوں۔ عین ممکن ہے کہ میرا مشورہ سن کر کئی اعلیٰ افسران حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ ان کے وسیع تجربے اور انتظامی علم نے یہ سمجھ ضرور ان کے دماغ سے نکال دی ہوگی جو میری سمجھ میں ان کے نزدیک ایک مسئلہ بن کر ضرور موجود ہوگا کہ کہانی سنانے کا بچوں پر ایک سحر آمیز اثر ہوتا ہے۔

یہ بے حد افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اساتذہ تربیتی ادارے بھی کہانی سنانے کو سنجیدگی سے نہیں لیتے ہیں اگرچہ ان میں سے بعض نے اپنے نصاب میں کہانی سنانے کی اہمیت کا ذکر ضرور کیا ہے۔

میرے ذہن میں ایک ایسے دن کا تصور ہے جب چھوٹے بچوں کو پڑھانے والے ہر استاد سے یہ توقع کی جائے گی کہ کم سے کم تیس روایتی کہانیوں پر اس کا اختیار ہو۔ اختیار سے میری مراد وہ کہانیاں ہیں جو اسے اچھی طرح یاد ہوں تاکہ وہ انھیں اطمینان اور اعتماد کے ساتھ سنا سکے۔ یہ ایک ایسے سماج کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے جس کے پاس ہزاروں کہانیوں کی بہت بڑی وراثت موجود ہے۔ تیس ایسی کہانیاں جنھیں اساتذہ اپنی مرضی سے جب چاہیں سنا سکیں پرائمری اسکول کی پہلی دو جماعتوں کا ماحول بدل کر رکھ دیں گی۔ شرط یہ ہے کہ روزانہ کے نصاب میں کہانی سنانے کو ایک قابل احترام مقام اس لیے دیا جائے کہ کہانی سنانا اپنے آپ میں بے حد اہم ہے۔

کہانیاں کہاں سے لائیں؟

پچھلے پیراگراف میں میں نے ایک صفت استعمال کی تھی۔ آگے بڑھنے سے پہلے میں اسے واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا ہے کہ میں روایتی کہانیاں سنانے کے حق میں ہوں۔ نوجوان اساتذہ کو کہانی سنانے کی تربیت کرنے کا میرا تجربہ بتاتا ہے کہ جب ان سے مناسب کہانیاں تلاش کرنے کے لے کہا جاتا ہے تو وہ اکثر بچوں کے کسی رسالے میں شائع کہانیاں لے آتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ کامکس قصے اٹھالاتے ہیں اور کچھ بڑے چٹکلے اور اصل رونما ہوئے واقعات کی روداد یا یادداشت کے طور پر لے آتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اس قسم کا مواد بھی کہانی کے دائرے میں شمار کیا جا سکتا ہے لیکن اس نوعیت کی ہر کہانی سے ہم پرائمری سکول میں پڑھنے والے چھ یا سات برس کے بچوں پر جادوئی اثر ہونے کی توقع نہیں کر سکتے ہیں۔

روایت سے ملی ہوئی کہانیوں میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو عصری کہانیوں میں، جنھیں ہم مختلف شکلوں اور وسائل میں دیکھتے ہیں، لازمی طور پر نہیں پائی جاتیں۔ ان خصوصیات پر بحث ہم بعد میں کریں گے سب سے پہلے پنچ تنتر، جاتک، مہابھارت، سہستر رجنی چرتر، وکرمادتیہ کی کہانیاں اور مختلف علاقوں کی لوک کہانیاں آسان اور بھرپور ماخذ کے درجے میں رکھی جا سکتی ہیں۔ ان کے بعد ہم کتھا سرت ساگر، گلستاں اور بوستاں کی کہانیاں اور دنیا بھر کی لوک کتھاؤں اور پری کتھاؤں کو رکھ سکتے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی

خرگوش کو کس طرح عقلمند کہا جانے لگا

بہت زمانہ پہلے کی بات ہے، ایک روز جنگل کا راجا شیر روز روز شکار کرتے کرتے تھک گیا۔ اس نے سوچا چونکہ تمام جانور اسے متفق طور پر اپنا راجا تسلیم کرتے ہیں اس لیے وہ شکار کے پیچھے بھاگنے کے بجائے جانوروں کو اجازت دے دے کہ ان میں سے کوئی ایک روزانہ اس کی بھوک مٹانے کے لیے آجائے۔

اس طرح میں شکار کرنے کی پریشانی سے بچ جاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ آپ سب لوگ بے خوف ہو کر جنگل میں گھوم پائیں گے۔

نصاب میں کہانی سنانے کی پابندی کو جگہ دینا چاہتا ہے تو اسے ان تمام ماٰخذ سے منتخب کی گئی کہانیوں کا مجموعہ تیار کرنا ہوگا۔

سنانے کے لائق کہانی

ایک اچھی کہانی میں کون کون سی خصوصیات موجود ہوتی ہیں یہ معلوم کرنے کے لیے آسان راستہ ایسی کہانی کی جانچ کرنے کا ہے جسے نسلوں سے بچے لطف لے کر سنتے آرہے ہیں۔ پنچ تنتر کی شیر اور خرگوش والی کہانی ایک ایسی ہی مثال ہے۔ اس کہانی کا قصہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ ہم کہانی سے اپنے تعارف کی وجہ سے مان لیتے ہیں۔ کیوں نہ ہم پہلے اس کہانی کے اہم موڑوں کو یاد کرلیں۔

کہانی میں ایک روز وہ آتا ہے جب ننھے خرگوش کو بوڑھے شیر کے سامنے پیش ہونا ہوتا ہے۔ شیر کے دروازے تک پہنچنے میں خرگوش نے اتنی دیر کردی ہے کہ شیر بھوک کے مارے بے حال ہورہا ہے۔ یہ فیصلہ کن لمحہ شیر کے ساتھ کسی بھی طرح کی سودہ بازی کے لیے ایک دم غیر مناسب ہے۔ کیوں کہ شیر بری طرح غصے سے بھرا بیٹھا ہے، لیکن خرگوش غیر مناسب لمحے میں اپنی بات کہتا ہے۔ اسے اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ راستے میں دوسرے شیر سے ملنے کی بات پوری طرح جھوٹ ہے لیکن یہ بات بھوکے، ناراض شیر کے شاہی دماغ میں بیٹھ جاتی ہے۔ اب وہ پہلے اپنے دشمن سے نپٹنا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ خرگوش کے ساتھ اس کنویں کی جانب چل دیتا ہے جہاں دوسرے شیر کے رہنے کی جگہ اسے بتائی گئی ہے۔ اس دوسرے فیصلہ

جانوروں نے آپس میں غور و خوض کیا اور تسلیم کیا کہ یہی واحد طریقہ ہے جو سبھی کے لیے فائدہ مند ہے۔ انھوں نے طے کیا کہ ہر روز شام کو ایک پرچی نکالی جائے گی جس کا نام پرچی پر لکھا ہوگا وہ اگلے روز شیر کا نوالہ بنے گا۔ یہ نئی پالیسی فوراً نافذ کردی گئی۔ شام کو پرچی نکالی جاتی اور صبح بے چارہ ایک جانور شیر کے ناشتے کے لیے پیش ہوجاتا۔ یہ تو سچ ہے کہ یہ اس جانور کے لیے بہت خراب بات ہوتی۔ لیکن اس سے باقی تمام جانوروں کو گھات لگا کر گھومتے شیر کا خوف نہیں رہتا تھا۔ وہ جنگل میں آزادی سے گھوم سکتے تھے۔ یہ پالیسی صحیح طریقے سے کام کرتی نظر آرہی تھی۔

ایک شام کو جب خرگوش کے نام کی پرچی نکلی تو اس نے اعلان کردیا کہ شیر کی غذا بننے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس پر لومڑی نے کہا— 'شیر اپنے

وعدہ کا پاس رکھ رہا ہے اور ہم اب بے خوف ادھر اُدھر گھوم سکتے ہیں۔'

بندر بولا ''خرگوش! اگر تم نہیں گئے تو تم ہم سب لوگوں کو خطرے میں ڈال دوگے۔'' خرگوش نے اتنے اعتماد کے ساتھ کہا جیسا کہ وہ دراصل محسوس نہیں کر رہا تھا — ''میں اس بے رحم کو ہمیشہ کے لیے ختم کردوں گا۔ دیکھنا! کبھی تم سب میرا شکریہ ادا کروگے۔'' جنگلی مرغا بولا ''اگر ہم نے دیکھا کہ شیر دوبارہ شکار کے لیے گھومنے لگا ہے تو ہم سب لوگ تمھارا شکریہ ادا نہیں کریں گے۔''

''یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔'' خرگوش بولا اور آرام سے لیٹ گیا لیکن وہ سویا نہیں۔ وہ گھنٹوں لیٹا لیٹا سوچتا رہا کہ ایسا کیا ہوسکتا ہے جس سے وہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی مدد کر سکے اور اس ظالم شیر سے جنگل کو نجات حاصل ہو جائے۔ صبح ہوتے ہوتے اسے ایک

کن لمحے میں خرگوش اپنی دھوکے بازی اور شیر کی پاگل ناراضگی اور حسد — جسے اس نے جگایا ہے — پر بھروسہ کر کے آگے بڑھتا ہے۔ کنویں میں اپنی پرچھائیں دیکھ کر شیر اپنا آپا کھو بیٹھتا ہے اور کود کر مر جاتا ہے۔

آیئے، اس پرانی اور مانوس کہانی کو ذرا باریکی سے دیکھیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کہانی کے پلاٹ میں کوئی الجھاؤ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف یہ کہانی سیدھے سادے اس نوعیت کے سوالوں سے مقابلہ کرتی ہے کہ کسی حیوانی طاقت کے سامنے یا موت کے حقیقی خطرے سے خود کو کس طرح بچایا جائے۔ عام طور پر بچوں سے بات چیت کے دوران ہم ایسے سوالات ہی کرتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ بچوں کی دلچسپی اس نوعیت کے سوالات میں زیادہ ہوتی ہے۔ ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اس دلچسپی کی وجہ کیا ہے۔ لیکن سوال پر بحث میں بعد میں کروں گا۔ اس درمیان میں ایک بڑی خصوصیت پر غور کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہانی ایک ایسے چھوٹے جانور کی ہے جو ایک بڑے، طاقت ور جانور کی پیدا کردہ مصیبت سے مقابلہ کر رہا ہے۔ اس مصیبت سے بچنے کے لیے چھوٹا جانور ایک ایسی تدبیر اختیار کرتا ہے جسے ہم عام طور پر غیر اخلاقی کہتے ہیں۔

اس تدبیر پر عمل کرتے وقت خرگوش شخصیت کی بعض عمدہ مثالوں کو پیش کرتا ہے۔ ان خوبیوں میں حوصلہ، خطرے کا سامنا، خود اعتمادی، کئی واقعہ کے آخری لمحے تک اپنا دماغ ٹھنڈا رکھنے کی

صلاحیت اور اپنے سے زیادہ طاقتور اور بزرگ سے اچھا برتاؤ کرنا شامل ہے۔

ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کہانی کتنی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی ہے۔ شروع میں ایک عجیب سا انتظام نافذ کیا جاتا ہے جس کے تحت روز ایک جانور اپنی مرضی سے بوڑھے راجا کا شکار بنے گا۔ اس طرح کے روزانہ کے نظام کے قائم ہونے کے بعد جلد ہی چھوٹے خرگوش کی باری آتی ہے اور کہانی کا مرکزی حصہ ظاہر ہوتا ہے۔ باقی واقعات بہت تیزی سے رونما ہوتے ہیں کیونکہ خود کو بچانے کی ایک خطرناک حکمت عملی طے کر لینے کے بعد خرگوش ایک بھی لمحے کو برباد نہیں کر سکتا۔ کہانی سننے والا مکالموں کے ذریعے ایک کے بعد ایک صورت حال سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ یہ واضح رہتا ہے کہ سننے والے کے پاس اس بات کا کوئی متبادل نہیں ہے کہ وہ صورت حال کو خرگوش کی نگاہ سے دیکھے۔

یہ مختصر تجزیہ ان وجوہات کی شناخت کے لیے مناسب ہے جن سے اس کہانی کو بچوں کے نزدیک بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کہانی انھیں ایک ایسا کردار یا ہیرو پیش کرتی ہے جس کے ساتھ وہ پوری طرح انسیت محسوس کر سکتے ہیں۔ وہ کردار ہے خرگوش، کہانی میں اس کا کردار اس طرح کے چیلنج اور مصیبتوں سے گزرتا ہے جیسا کہ بچے اپنے روزمرہ زندگی میں اکثر محسوس کرتے ہیں۔ وہ چھوٹا اور ناتواں ہے، اسے ایک ایسا کام

ترکیب سوجھی۔ جب اس نے تمام باتیں تفصیل سے سوچ لیں اور اسے اطمینان ہو گیا کہ اس کا منصوبہ کارگر ہوگا تب وہ خود کو تروتازہ کرنے کے لیے تھوڑا سا سو لیا۔ وہ شیر کی گپھا تک اس وقت پہنچا جب سورج افق تک آ گیا تھا۔ شیر بے صبری سے اس کا انتظار کر رہا تھا اور زور زور سے غرا رہا تھا۔ وہ غصے میں تھا کیونکہ ایک خرگوش کا دیر سے آنا اس کی بے عزتی کی دلیل تھا اور دوسرے وہ بھوکا بھی تھا۔ جیسے ہی خوگوش آگے بڑھا شیر دہاڑا ''کیا تم میرا ناشتہ ہو؟'' ''ہاں سرکار'' خرگوش نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ ''تو پھر تم دیر سے کیوں آئے؟'' ''میں بتاتا ہوں سرکار'' خرگوش بولا ''تڑکے جب میں یہاں آ رہا تھا تو مجھے ایک دوسرے شیر نے روک لیا۔ اس نے کہا کہ میں آگے نہیں جا سکتا، مجھے جنگل کے راجا کے حکم کے مطابق اس

کے پاس پہنچنا ہے۔ اس بات پر وہ بہت ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ وہ جنگل کا راجا ہے۔'' اور وہ دہاڑا'' جاؤ اور میرا حق چھیننے والے شیر سے کہو کہ میں یہاں ہوں اور میں آکر تمھیں مار ڈالوں گا۔ باقی تمام جانوروں سے بھی کہہ دو کہ جنگل کا اصل راجا آگیا ہے اور وہ فریبی کو بھگا دے گا۔'' اس لیے سرکار خرگوش آگے بولا اس سے پہلے آپ مجھے اپنا ناشتہ بنا ڈالیں میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آپ کی جان کو بڑا خطرہ ہے۔

شیر کو اپنی بھوک اور بے عزتی کی وجہ سے بے حد غصہ آیا۔ وہ زور سے چلایا ''فریبی، فریبی تو وہ ہے، مجھے ابھی اس کے پاس لے چلو میں اسے دکھاؤں گا کہ جنگل کا اصلی راجا کون ہے۔''

خرگوش چل پڑا اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا شیر۔ 'اب دھیان سے چلیں' خرگوش نے سرگوشی میں کہا ہم

انجام دینا ہے جو وہ کرنا نہیں چاہتا۔ اسے ایک ایسے جانور کے ہاتھوں مارے جانے کا خوف ہے جس کے پاس پوری حکومت بھی ہے اور جسمانی قوت بھی۔ خرگوش کی حالت کے ان پہلوؤں سے ملتے جلتے پہلو ہر بچے کی زندگی میں ابھرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ہم انھیں بیشتر دیکھ نہیں پاتے کیونکہ ہم والدین اور استاد کے کردار ادا کرنے میں بے حد مصروف رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ہم میں سے بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ اچانک ہونے والی موت کا ڈر بچپن میں فکر کے سب سے زیادہ اسباب میں شامل ہے۔ کسی بڑے اور مضبوط شخص سے آمنا سامنا ہونے کا احساس بھی اسی قسم کی فکر پیدا کرتی ہے۔

کہانی شروع ہوتے ہی بچوں کا دھیان اس لیے کھینچتی ہے کیونکہ بچے خود کو کہانی میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد کہانی میں رونما ہونے والے واقعات سے ان کے مانوس ہونے کو تقویت ملتی ہے۔ ننھا خرگوش ایک حکمت عملی اختیار کرتا ہے اور وہ کامیاب بھی ثابت ہوتی ہے۔ وہ نہ صرف اس کے لیے کامیاب ہوتی ہے بلکہ مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے اور سب لوگوں کے لیے ختم کر دیتی ہے۔ چھوٹے بچوں کو اس قسم کا حل پسند آتا ہے۔ خرگوش کی حکمت عملی کی پسندیدگی کا ایک سبب یہ ہے ک وہ ہمیشہ بچوں میں پائی جانے والی بھولی بھالی خواہش پر قائم ہے — بہانے بنانے کی خواہش۔ دیر سے آنے کے لیے خرگوش کے بہانے میں ایک اور کشش یہ ہے کہ

اس کا مقصد اپنی جان بچانا نہیں، شیر کو مارنا بھی ہے۔ حقیقت میں خرگوش کی الجھن اس لیے اتنی مشکل ہے کیونکہ وہ ظالم کو جان سے مارے بغیر خود کو بچا نہیں سکتا۔ اسی طرح کہانی بچ نکلنے کا ایک زبردست ڈراما پیش کرنے کے لیے بہادری سے کیے گیے خاتمے کا استعمال کرتی ہے۔ اگر اس میں کوئی اخلاقیات ہے تو وہ اپنی حفاظت کی قدر رہی ہے۔ اس بات کو بھی ہم تبھی ٹھیک سے دیکھ سکتے ہیں جب ہم کہانی کو بچے کی نگاہ سے دیکھیں۔ اگر ہم بڑوں کی نگاہ سے اس کہانی کو دیکھنے پر اصرار کریں گے تو ہم اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ غیر اخلاقی کہانی ہے جیسا کہ دراصل وہ ہے بھی۔

ضرورت کیا ہے؟

یہاں تک یہ واضح ہو چکا ہوگا کہ بچوں کے لیے اچھی کہانی سننے کا اخلاقیات یا اخلاقی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ زیادہ گہری سطح پر خرگوش اور شیر کی کہانی میں ایک ترغیبی عنصر شامل ہے وہ یہ کہ خطرے کے سامنے، دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کے کیا فائدے ہیں۔ کہانی یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ سوچ سمجھ اور تخیل سے کام لینا کس قدر اہم ہے۔ لیکن یہ باتیں روایتی معنوں میں 'اخلاقی تعلیم' نہیں کہی جا سکتیں۔ دراصل عظیم روایتی کہانیاں شاید ہی روایتی معنوں میں اخلاقی تعلیم دیتی ہوں۔ ہمارے لیے زیادہ ضروری اس بات پر غور کرنا ہے کہ کہانی سنانے کا مقصد بچے کا اخلاقی نشو و نما کرنا نہیں ہے۔ کہانی سنانے سے ہونے والا فائدہ بہت الگ ہے اور وہ اس طرح ہے۔

اس باغی لیٹرے کی گپھا تک پہنچ رہے ہیں۔ دراصل وہ شیر کو ایک گہرے کنویں کی جانب لے جا رہا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے شیر کو ٹھہرنے کے لیے کہا اور خود آہستہ سے کنویں کے پاس آیا۔ پھر کنارے کے اوپر سے نیچے پانی کو دیکھنے لگا۔ اس نے اپنے چھوٹے سے چہرے کا عکس صاف صاف دیکھا۔ اس نے شیر کو آواز دی اور کہا۔ ''وہاں نیچے دیکھیے سرکار، وہی ہے جو آپ کی حکومت چھیننا چاہتا ہے۔''

شیر غصے سے تیوری چڑھاتا اور بڑبڑاتا ہوا کنویں کی دیوار تک پہنچ گیا۔ اس نے جب نیچے جھانک کر دیکھا تو اسے غصے میں، تیوری چڑھائے اور بڑبڑاتا ہوا شیر کا منھ دکھائی دیا جو اُسے گھور رہا تھا۔ وہ اس دشمن پر کود پڑا، تھوڑی دیر چھٹپٹایا اور آخر میں ڈوب گیا۔

خرگوش فوراً دوسرے

کہانیاں بغور سننے کی صلاحیت کی نشوونما کرتی ہیں۔ اچھا سامع کون ہے؟ وہ جو آخر تک سنتا رہے۔ یہ بات ہم بیشتر لوگوں کے بارے میں نہیں کہہ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ رسمی مباحثوں کے دوران بھی لوگ لگاتار ٹوکتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ ان کی یہ مان کر چلنے کی عادت ہے کہ انھیں پہلے سے معلوم ہے کہ بولنے والا کیا کہے گا۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ اُن کے اندر سننے کا تحمل نہیں ہوتا۔ تعجب کی بات نہیں ہے کہ سننے کو اب محض مہارت نہیں بلکہ ایک رویہ تسلیم کیا جانے لگا ہے جسے فروغ دینے کے لیے اعلیٰ سطح کے انتظام وانصرام کے نصاب موجود ہیں۔ کہانی سنانے سے ہماری زندگی کے فیصلہ کن دور میں صبر کے ساتھ سننے کی صلاحیت فروغ پاتی ہے، جب سننے کی عادت اور اس میں شامل رویے زندگی بھر جاری رہنے والی عادتوں کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔

یہ بات کچھ عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اچھے سامعین ہمارے ملک میں نایاب ہو گئے ہیں جہاں ایک قدیم اور مستحکم زبانی ثقافت رہی ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس صورت حال کا تعلق بچپن میں کہانی سنانے کو نظرانداز کیے جانے سے ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جدید ہندوستان کے پاس بچوں کو پابندی سے کہانی سنانے کے لیے وقت ہی نہیں ہے۔ اس کمی کے نتائج اب صاف ظاہر ہوتے جا رہے ہیں۔

کہانی سنانے سے اندازہ لگانے کی تربیت ہوتی ہے۔ اپنی پسند کی کہانیاں بچے بار بار سننا چاہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کہانی

جانوروں کے پاس واپس پہنچا اور یہ اعلان کر دیا کہ اس نے شیر کو مار دیا ہے، اب اُن سب کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر سب کو اپنے کارنامے کا قصہ بتایا اور بتایا کہ اس نے یہ سب کس طرح کیا۔ سبھی جانوروں نے اس کی عقلمندی کی خوب تعریف کی۔

اس روز کے بعد سے جانور اپنے مسائل لے کر اس کے پاس جاتے اور اُن کے حل تلاش کرنے کی گزارش کرتے اور اس طرح وہ عقلمند خرگوش کے نام سے جانا جانے لگا۔

ماخذ: ورما اور دھیاے کی پریوں کی کہانیاں، سومیا، ممبئی

سے ایک بار تعارف ہو جانے کے بعد وہ اس کا استعمال غور سے سننے کی اپنی بڑھتی صلاحیت کا تجربہ کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ فطری بات ہے کہ یہ تجربہ غیر شعوری طور پر ہوتا ہے۔ بچوں کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ کہانی کو دوسری یا تیسری مرتبہ سنتے وقت وہ کامیابی کے ساتھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آگے کیا ہوگا۔ اندازے کے صحیح ثابت ہونے کی خوشی ہی وہ انعام ہے جو کہانی سننے سے ایک تجربہ کار سامع کو حاصل ہوتی ہے اور یہ صرف خوشی نہیں ہے۔ اس سے کہانی سننے والے بچے کی اندازہ لگانے کی صلاحیت میں اعتماد بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ ہمہ جہت نشو ونما میں اس اعتماد کا اہم کردار ہوتا ہے خاص طور پر پڑھنے کی صلاحیت کے فروغ میں یہ صلاحیت اسکول کے ابتدائی دو برسوں میں سب سے بڑا چیلنج ہوتا ہے۔ خواندگی اور پڑھنے کی صلاحیت کے فروغ میں اندازہ لگانے کی صلاحیت کے حصے سے متعلق تفصیلی بحث میں نے اپنی کتاب ''بچے کی زبان اور استاذ'' میں کی ہے۔

اندازہ لگانے کی صلاحیت کی اہمیت دیگر مضامین خاص طور پر ریاضی اور سائنس میں بھی ہے۔ ریاضی کی تعلیم میں اصولوں کے استعمال سے مسئلہ کا حل تلاش کرنا اصولی اہمیت رکھتا ہے۔ کہانیوں میں بھی اصول شامل ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یہ اصول علامتوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کئی کہانیاں اس اصول کی پابندی کرتی ہیں کہ چھوٹے جاندار بڑوں کو فریب دے کر فتح حاصل کرتے ہیں۔ خرگوش اور شیر کی کہانی میں یہی واقع ہوتا ہے۔ کہانیاں سنتے سنتے بچے ان کے اندر شامل اصولوں کو سمجھ لیتے ہیں اور یہ سمجھ ان کے اندازہ لگانے کی صلاحیت کو بہتر بناتی ہے۔

کہانیاں ہماری دنیا میں بکھری ہوئی ہیں۔ میں اس دنیا کی بات کر رہا ہوں جسے ہم اپنے ذہن یا دماغ میں رکھ کر چلتے ہیں۔ کہانیاں اسے اس معنی میں پھیلاتی ہیں کہ ہم ان کے ذریعے ایسے لوگوں اور حالات کو جان لیتے ہیں جن سے ہمارا واسطہ اپنی زندگی میں کبھی نہیں پڑا۔

سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں یا حالات کو جاننے کا فائدہ کیا ہے؟ فائدہ یہ ہے کہ وہ زندگی کا حصہ ہیں۔ بھلے ہی ہم ذاتی طور پر انھیں نہ جانتے ہوں لیکن وہ ہمیں ذہنی طور پر پریشان کرتی ہے خاص طور پر بچپن

میں۔لیکن ایک عام معنوں میں یہ پریشانی زندگی بھر ساتھ چلتی ہے۔مثال کے طور پر چھوٹے بچے بڑے آدمیوں کی فکر کرتے رہتے ہیں بھلے ہی ان کے آس پاس کوئی برا آدمی نہ ہو۔اس طرح وہ اندر ہی اندر یہ امید کرتے ہیں کہ انھیں کسی بے حد ہوشیار، خوبصورت یا اچھے انسان سے ملنے کا موقع ملے گا۔مثالی شکل کا تصور اور خطرناک مصیبت کا خوف دونوں ہی بچوں کی نفسیات میں شامل ہیں۔روایتی کہانیاں اس نفسیات کو پیش کرتی ہیں اور اسی لیے وہ بچوں کو آسانی سے اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔کہانی سننے سے چھوٹا بچہ جو ابھی خواندہ نہیں ہوا ہے اپنی حقیقی دنیا سے کہیں بڑی دنیا کی تصوراتی شکل کا تجزیہ حاصل کر لیتا ہے۔

ایک بات اور بھی ہے کہ کہانیوں سے ملنے والا تجربہ بے ترتیب نہیں ہوتا۔برعکس اس کے کہ یہ تجربہ ہماری آمرانہ دنیا کو ایک قابل اطمینان ترتیب یا بناوٹ میں ڈھال دیتا ہے۔ایک وسیع معنوں میں یہ ایک 'اخلاق' کی تشکیل ہوتی ہے لیکن ایک عام معنوں میں نہیں۔کمزور فتح ضرور حاصل کرتا ہے لیکن کئی مرتبہ غلط وسائل کا استعمال کر کے۔بھوکے شیر سے خرگوش کا جھوٹ بولنا اس کی ایک مثال ہے۔

کہانیاں الفاظ کو معنی دیتی ہیں۔آخر میں کہانی کہنے کی اہمیت ہم بچے کے لسانی وسائل کی توسیع میں دیکھ سکتے ہیں۔الفاظ ایک بہت ہی ذاتی سرمایہ ہوتے ہیں۔وہ ہمیں ایک بے حد ذاتی معنی میں دنیا کی چیزوں کو الگ الگ نام دینے کی صلاحیت فراہم کرتے ہیں لیکن دوسری جانب الفاظ ایسا سماجی سرمایہ بھی ہے جس کا استعمال ہم دوسروں کے ساتھ اپنے تجربات بانٹنے کے لیے کرتے ہیں۔الفاظ کی یہ دوطرفہ خوبی ہی انھیں معنی عطا کرتی ہے۔مثال کے لیے بچے کو ذاتی تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھوک لگنے پر شیر کو کیسا محسوس ہو رہا ہوگا۔کہانی بچے کو 'بھوکے' لفظ کا معنی اس طرح پھیلانے میں مدد کرتی ہے کہ اس میں شیر بھی شامل ہو جائے۔بچے جتنا زیادہ کہانیاں سنیں گے ان کے ذخیرۂ الفاظ میں اتنا ہی دوسروں کے تجربات کے معنی شامل کرنے کی قوت آتی جائے گی۔اس طرح دیکھیں تو بچپن میں سنی گئیں کہانیاں آگے چل کر پڑھنے کی صلاحیت کی بنیاد بنتی ہیں۔

دراصل کہانی کے سیاق میں اوپر کہی گئی چاروں باتیں پڑھنے پر بھی صحیح ثابت ہوتی ہیں۔پڑھنے کی

صلاحیت بچوں کا تعارف زبان میں شامل اصولوں اور ہیئتوں سے کراتی ہیں۔ اچھی طرح پڑھنے کی صلاحیت ہوشیاری سے انداز لگاتے ہوئے چلنے کی عادت پر منحصر ہے۔ زبان کے اصولوں سے واقف ہوکر بچے یہ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ جملہ یا قول میں آگے کیا آنے والا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے کہانی سنانا بچوں کو خواندہ بنانے کے لیے سودمند ہے۔

مہارت پر اختیار

کہانی کہنے کے فن پر قابو پانے کی خواہش رکھنے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ یادداشت پر سنجیدگی سے غور کرے۔ اگر کہنے والے کو کہانی ٹھیک سے یاد نہیں ہے تو وہ اچھی سے اچھی کہانی کو بھی چوپٹ کرسکتا ہے۔ یاد کر لینے سے خود اعتمادی بڑھتی ہے اور کہانی کہنے والا اطمینان محسوس کرتا ہے۔ کہانی سننے والوں سے رشتہ قائم کرنے کے لیے اطمینان یا سکون ازحد ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کہانی اچھی طرح یاد ہو جاتی ہے تو کہنے والا اسے ایک خاکے یا خالی نقشے کی طرح استعمال کرسکتا ہے۔ اس نقشے کو اپنی آسانی یا سننے والوں کے موڈ کے مطابق پُر کیا جا سکتا ہے۔ کہانی کو چھوٹا یا بڑا کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کسی روز آپ چاہتے ہیں کہ جلدی جلدی اس نقطے تک پہنچ جائیں جہاں خرگوش شیر کے سامنے کھڑا ہے۔ کسی دوسرے روز آپ کی خواہش ہوتی ہے کہ کہانی کے پہلے حصے کو وسعت دے دیں۔ اس بات پر تفصیلی بحث کریں کہ کھانے کے انتظار میں شیر کے دل میں کیسے کیسے خیالات آ رہے ہوں گے اور اس کے غار کی طرف جاتے ہوئے خرگوش کے دماغ میں کون کون سی باتیں یا حکمت عملی اُبھر رہی ہوں گی۔

کہانی کو لے کر بچوں کے ساتھ مکالمہ آرائی کئی متبادل پیش کرتی ہے۔ آپ چاہیں تو ڈرامائی انداز سے دو آوازوں میں بولیں، اشاروں یا حرکات سے بھی کام لیں۔ مکالموں کو بامعنی بنانے کے لیے آپ ہاتھ کی کٹھ پتلیوں کا استعمال بھی کرسکتے ہیں۔ آپ کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چل کر

دونوں کرداروں کی اداکاری خود کر سکتے ہیں۔ یہ تمام امکانات دلچسپ ہیں اور وہ ہمیں اس بات کا چیلنج دیتے ہیں کہ ہم ایک ہی کہانی کو برسوں برس یا ایک ہی برس میں کئی بار سناتے ہوئے اپنی قوت میں اضافہ کرتے چلیں۔

کہانی سنانا اگر کسی استاد کی روزمرہ زندگی میں شامل ہے تو وہ کبھی اکتاہٹ سے پُر نہیں ہو سکتی۔ لیکن کہانی کو روزانہ کے واقعات بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پرائمری اسکول کے نصاب کے تصورات میں سنجیدگی کے ساتھ تبدیلی لائیں۔

باب 4 : پڑھنے کا ماحول

موضوع : جب ہم پڑھنے کے ماحول کی بات کرتے ہیں تو ہماری مراد 'پڑھنے کے مواقع' فراہم کرنے سے ہوتی ہے۔ایک استاد ہونے کے ناطے یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم کلاس میں بچوں کو پڑھنے کے کتنے مواقع فراہم کرپاتے ہیں۔ پڑھنے کے مواقع فراہم کرنے کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔بعض کا ذکر پچھلے ابواب میں کیا جاچکا ہے جیسے ادب اطفال کا کلاس میں استعمال، کتابوں سے کہانی پڑھ کر سنانا، زبانی کہانی سنانا وغیرہ۔ ان کے علاوہ کلاس میں مناسب تحریری مواد کی نمائش ہو۔ بچوں کو اس بات کا اندازہ ہو کہ اس نمائشی اشیا میں کیا باتیں کہی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ مواد کلاس کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہوں۔ایسے مواد کو بچے اندازے سے ضرور پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

اہم نکات :

1۔ پڑھنے کے ماحول کی سمجھ
- کلاس میں پڑھنے کے مواقع
- تحریری مواد سے بھرپور ماحول یا سجاوٹ

2۔ کلاس میں تحریری مواد سے بھرپور ماحول کیسے بنائیں، کلاس میں روزانہ کے کاموں سے تحریر کی سمجھ اور پڑھنے سے متعلق کرنا۔

3۔ کلاس کا جذباتی ماحول اور استاد کا رویہ

پڑھنے کی اشیا : 1۔ 'دیوار کا استعمال' مضمون

2۔ خطرہ اسکول

3۔ پگمیلین اثر

سرگرمیاں :

(i) مضامین کا پڑھنا

(ii) غور و فکر اور مباحثہ

(iii) تجزیہ

(iv) منصوبہ سازی کرنا

(v) رول پلے

اجلاس کے ممکنہ نتائج :

(i) پڑھنے کے ماحول کو پورے طور پر سمجھ پانا۔

(ii) کلاس کو تحریری مواد سے بھرپور کیسے بنائیں اسے سمجھ پانا۔

(iii) اسکول کے روزانہ کے کاموں اور واقعات کو پڑھنے سے کس طرح جوڑا جائے، اسے سمجھنا۔

(iv) استاد کے سابقہ تصورات اور رویے بچوں کے پڑھنے کی دلچسپی کو کیسے ختم کرتے ہیں؟ اسے سمجھنا۔

اجلاس کی منصوبہ سازی

موضوع : پڑھنے کا ماحول

وقت : 3 گھنٹے

سرگرمی نمبر	**اہم نکتہ I : پڑھنے کے ماحول کی سمجھ**	**وقت**	**اشیا**
سرگرمی I	سوال اور غور وفکر	15 منٹ	—
سرگرمی II	کلاس کے ماحول پر گفتگو اور تجزیہ پڑھنا، غور وفکر اور مباحثہ	45 منٹ	دیوار کا استعمال - مضمون

سرگرمی نمبر	**اہم نکتہ II : کلاس میں تحریری مواد سے بھرپور ماحول کیسے بنائیں**	**وقت**	**اشیا**
سرگرمی I	منصوبہ سازی	30 منٹ	باب 2 میں منسلک 'ببیتا کا پپیتا' کہانی
سرگرمی II	پڑھنے کے عمل کی منصوبہ سازی	30 منٹ	—

سرگرمی نمبر	**اہم نکتہ III : کلاس کا جذباتی ماحول اور استاد کا رویہ**	**وقت**	**اشیا**
سرگرمی I	رول پلے اور مباحثہ	30 منٹ	—
سرگرمی II	پڑھیں، سوچیں اور گفتگو کریں	30 منٹ	خطرہ اسکول اور پگمیلین اثر - مضامین

موضوع : پڑھنے کا ماحول

اہم نکتہ I : پڑھنے کے ماحول کی سمجھ

سرگرمی I : سوال اور غور وفکر

پہلا سوال: آپ کی کلاس میں بچوں کو کیا کیا اور پڑھنے کے کتنے مواقع حاصل ہوتے ہیں؟ سوچیے اور بتائیے۔

تربیت کار کے لیے اہم نکات: 1۔ کلاس میں بچوں کو پڑھنے اور لکھنے کے جتنے مواقع حاصل ہوں گے وہ کلاس اتنا ہی تحریری مواد سے بھرپور ہوگی۔ 2۔ بچے انھیں اشیا کو پڑھنے میں دلچسپی لیں گے جو ان کے تجربے، دلچسپی وغیرہ سے تعلق رکھتے ہوں۔

بات چیت کے دوران تربیت کار شرکا میں ان باتوں کی وضاحت کریں۔

سرگرمی II : لکھے ہوئے مواد سے متعلق کلاس کے ماحول پر مباحثہ اور تجزیہ - پڑھنا، غور وفکر اور مباحثہ

پہلا مرحلہ: کلاس کے ماحول پر مباحثہ اور تجزیہ

(اساتذہ سے اپنے اپنے کلاس کے ماحول کو ذہن میں رکھتے ہوئے مباحثہ کرنے کو کہیں)۔

اپنے تجربہ کی بنا پر کلاس کے ماحول کا تجزیہ کرنے کے لیے کہیں۔ موازنہ کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ کلاس کے ماحول کے بارے میں ہمیں کیا بتا رہے ہیں۔

- یہ ماحول کلاس میں پڑھنے کے عمل کو کس طرح متاثر کرے گا۔

شرکا تجزیہ کے لیے ان نکات کو ذہن میں رکھ سکتے ہیں :

- کیا کلاس میں دکھائی جانے والی تحریری اشیا کیا کلاس کو ایک وسیع ماحول فراہم کر رہا ہے؟ اپنے خیالات ظاہر کیجیے۔
- کلاس کی ان دکھائی جانے والی تحریری اشیا کا کیا کلاس میں کوئی استعمال ہے؟ کیسے؟ کیا بچہ پڑھنے کے لیے ان کا استعمال کر رہا ہے؟

دوسرا مرحلہ : مباحثہ

تربیت کار مباحثہ کے لیے درج ذیل نکات کو ذہن میں رکھیں

1۔ کلاس میں دکھائی جانے والی تحریری اشیا کا استعمال اگر پڑھنے کے لیے نہیں ہو پاتا تو وہ اشیا صرف سجاوٹ تک محدود ہو جاتی ہے۔

2۔ کیا کلاس میں تحریری اشیا ایسی جگہ پر ٹانگی گئی ہے جسے بچے آسانی سے پڑھ لیں؟ اگر نہیں تو کیا ان اشیا کی کوئی معنویت ہے؟

3۔ کیا دکھائی گئی تحریری اشیا کا استعمال پڑھنے کے دوران بچے کلاس میں کر رہے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس کی کوئی اہمیت ہے؟

ان نکات کی بنیاد پر مباحثہ منعقد کیا جائے۔ مباحثے سے حاصل نتائج کو بورڈ یا چارٹ پر لکھا جائے۔

تیسرا مرحلہ : پڑھنا اور غور فکر

'دیوار کا استعمال' مضمون کو سبھی شرکا پڑھیں۔ اس مضمون میں پیش کردہ مسائل پر بات چیت کریں۔ کلاس اور اسکولوں میں اس کا استعمال حقیقت میں کس طرح ہو رہا ہے اور پڑھنے کے ضمن میں کتنا با معنی ہے اس پر گفتگو کریں۔

اہم نکتہ 2: کلاس میں تحریری اشیا سے بھرپور ماحول کس طرح بنائیں، کلاس کے روزانہ کے معمول سے تحریری زبان کی سمجھ اور پڑھنے کا رشتہ قائم کرنا۔

سرگرمی I : **منصوبہ سازی**

منصوبہ سازی :

- کلاس میں پڑھی اور سنائی گئی کہانیوں کے ذریعے کس طرح پڑھنے لکھنے کی اشیا تیار کی جاسکتی ہیں؟ جیسے 'ببیتا کا پپیتا' کہانی کو پڑھ کر سنانے کے بعد ایسی کون سی سرگرمیاں کرائی جاسکتی ہیں جن سے بچوں کو پڑھنے لکھنے کے بھرپور مواقع حاصل ہوسکیں۔
- 'ببیتا کا پپیتا' کہانی پر ایسی سرگرمی انجام دیں جس سے بچوں کو پڑھنے لکھنے کے مواقع حاصل ہوں اور ان اشیا کا استعمال آپ کلاس میں بچوں کو پڑھاتے وقت کرسکیں۔

سرگرمی II : **پڑھنا اور منصوبہ سازی**

پہلا مرحلہ : **پڑھنا**

نیچے کلاس کے لیے ایک ایسی سرگرمی درج کی گئی ہے جو

- کلاس میں پڑھنے لکھنے کے پورے مواقع مہیا کراتی ہے۔
- بچوں کے تجربات سے حاصل باتوں کو تحریری شکل دیتی ہے۔
- اس سرگرمی کو روزانہ انجام دیا جاسکتا ہے۔

'آج کی بات' (Morning Massege) کلاس کی روزانہ کی سرگرمی ہو سکتی ہے۔ اس میں اس روز کی جانے والی سرگرمیوں پر بچوں کے ساتھ نظر ڈالیں۔ ان سرگرمیوں کا نام دہراتے ہوئے جب آپ انھیں بورڈ پر لکھیں گے تو آپ لکھنے کی منظّم شکل کے نمونے کو بچوں کے سامنے پیش کریں گے (دائیں سے بائیں اور اوپر سے نیچے جانا وغیرہ)۔ مثال کے طور پر میز صاف کرنا، کلاس کو منظّم کرنا، کتابوں کی دیکھ بھال کرنا وغیرہ۔ اس طرح بچے آپ کے ذریعے بولی گئی زبان کو لکھتے ہوئے دیکھیں گے۔ ہر ذمہ داری کو ایک چھوٹی تصویر کے ذریعے پیش کیا جا سکتا ہے۔ جیسے میز صاف کرنے کے ساتھ ایک میز کی تصویر۔ اسی طرح جھاڑو، کتابیں وغیرہ کی تصاویر۔ مناسب علامات کا استعمال بچوں کو چارٹ سمجھنے میں مددگار ہوگا اور روزانہ کے کام، ضرورتوں سے جڑے پرنٹ کو پہچان کر خواندگی کو بے حد آساں بنا دے گا جو کہ بچوں پر بالکل بھی دباؤ نہیں بنائیں گے۔ ایسا ہونے پر بچہ انجانے میں ہی بڑی آسانی سے پڑھنا لکھنا شروع کر دے گا۔

دوسرا مرحلہ : منصوبہ سازی

مناسب سرگرمی کی بنا پر کیا ہم کوئی روزانہ کا کام سوچ سکتے ہیں جس کی بنیاد پر روزانہ پڑھنے لکھنے کی سرگرمی انجام دی جا سکے؟ مثال کے طور پر حاضری، مڈڈے میل، آج کی بات وغیرہ۔

اہم نکات 3 : کلاس میں جذباتی ماحول اور استاد کا رویہ

تربیت کاروں کے لیے ہدایات:

اکثر و بیشتر کلاس میں ایسی صورت حال رونما ہوتی ہے جب استاد بچوں کے بارے میں منفی رائے ظاہر کرتے ہیں یا چبھنے والے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان تبصروں/آرا میں اساتذہ کے پہلے سے قائم تعصّبات نظر آتے ہیں۔ جیسے:

- بچوں کے ذریعے کلاس میں مقامی زبان کا استعمال
- حاشیے پر رہنے والے بچوں کے تئیں خیالات

- نسبتاً پیچھے رہ جانے والے بچوں کو نیچا دکھانا
- لڑکیوں کے بارے میں روایتی تصورات
- خاموش رہنے کی تاکید وغیرہ

سرگرمی I : رول پلے اور مباحثہ

پہلا مرحلہ : رول پلے

- تربیت کار باکس میں دی گئی صورت حال یا ان جیسی مزید صورت حال کا انتخاب کریں۔ ہر گروپ کو ایک صورت حال دیں۔
- ہر گروپ دی گئی صورت حال پر ایک رول پلے کر کے دکھائے۔ اس کے مکالمے وہ خود تیار کریں گے۔
- رول پلے کے بعد وہ اپنے تجربات بیان کریں کہ کرنے والوں اور سننے والوں نے کیا محسوس کیا۔
- 'سننے والے' رول پلے کرنے والوں کے حرکات وسکنات اور زبان وغیرہ پر بھی اپنی رائے ظاہر کریں۔

دوسرا مرحلہ : مباحثہ

- شرکا اوپر دیے گئے نکات کی روشنی میں رول پلے پر ردِعمل ظاہر کریں۔
- اساتذہ کے ذریعے اس طرح کیے جانے والے برتاؤ کلاس کے ماحول اور استاد اور بچوں کے آپسی تعلقات کو کس طرح متاثر کرتے ہیں، اس پر بحث کریں۔
- کلاس میں اس طرح کا ماحول جس میں اپنائیت کا احساس ہو کس طرح پیدا کیا جائے اس پر بات چیت کریں۔

سرگرمی II : پڑھیں، سوچیں اور بحث کریں

'خطرہ اسکول' اور 'پگمیلین اثر' مضامین پڑھیں اور اپنی کلاس کے پس منظر میں اس پر غور کریں اور بحث کریں۔

منسلک مضمون باب 4 کے لیے

دیوار کا استعمال

کرشن کمار

بغیر دیواروں کے چلنے والے اسکولوں کی بات چھوڑ دی جائے تو یہ کہنے میں شاید ہی کسی کو اعتراض ہو کہ ایک اوسط اسکول دیوار کا استعمال باہری دنیا سے حفاظت اور دنیا سے الگ الگ مخصوص قسم کا ماحول بنانے کے لیے کرتا ہے۔ باہری دنیا سے حفاظت میں دھوپ، بارش اور سردی سے حفاظت کرنا شامل ہے اور ان معنی میں بچوں کی حفاظت کیے جانے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ شک اس وقت ہوتا ہے جب ہم پاتے ہیں کہ دیواروں کے سہارے اسکول باہر کی دنیا کی سماجی حقیقت سے بچوں کو الگ رکھ رہا ہے۔ اسکولی نظام کے مدنظر یہ بھی بچوں کی حفاظت ہی ہے۔ یہ ایک قدیم روایت ہے کہ بچوں کی شخصیت حقیقت کی آنچ نہیں برداشت کرسکتی۔ اس روایت کی تہہ میں یہ تسلیم کرلیا جاتا ہے کہ اسکول کو سماجی حقیقت سے بچوں کی حفاظت کرنے کا حق ہے۔ اس حق میں یہ فرض بھی شامل مانا جاتا ہے کہ اسکول اپنی دیواروں کے اندر ایک مخصوص قسم کا ماحول پیدا کرے۔

چند روز قبل ہندوستان میں سفر کرتے ہوئے میری توجہ ایک اسکول میں دیواروں پر لکھی نصیحتوں کی جانب گئی۔ اس اسکول میں وقت کا استعمال بڑی بے توجہی سے کیا جاتا ہے لیکن دیوار پر لکھا تھا — ''وقت ہی نظم وضبط ہے۔'' ادارے میں آپسی رنجش اور انتظامیہ سے متعلق دقتوں کی وجہ سے ہر کسی کا پارہ تقریباً ہر وقت چڑھا رہتا ہے۔ لیکن پرنسپل کے کمرے کے باہر لکھا تھا— ''غصے پر فتح حاصل کرو۔'' اسی نوعیت کی دیگر کئی نصیحتیں تھیں جو اسکول کی حقیقت کے بالکل خلاف تھیں۔ ان جملوں سے بچوں کے گرد ایک مخصوص طرح کا اخلاقی ماحول بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ جیسی اخلاقیات یہ ماحول سکھا رہا تھا اس کی کوئی بنیاد اسکول کے اندر یا باہر نظر نہیں آتی تھی۔ اسی وجہ سے دیواروں پر لکھے جملوں کی معنویت انتہائی

کمزور معلوم ہو رہی تھی۔ انھیں روز دیکھتے دیکھتے بچوں میں شاید یہ ماننے کی عادت پڑ رہی تھی کہ زبان کا استعمال بغیر کنھیں معنوں کے ہو سکتا ہے۔ اس نظریے سے غور کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکول میں زبان کے نصاب میں دیواریں بہت منفی کردار ادا کر رہی تھیں۔ زبان کے سرکاری نصاب کی کوشش یہ تھی کہ بچے مثبت زبان کا استعمال سیکھیں – دیواریں یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ اسکول خود زبان کا کس قدر بے معنی استعمال کرتا ہے۔

مغربی ممالک میں اسکولوں کی دیوار کا استعمال بچوں کو ان کے کاموں کے قریب رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ کلاس روم میں بچے جو تصویر بناتے ہیں، یا جو مضمون، کہانی، خط یا نظم لکھتے ہیں اسے فوراً دیوار پر آویزاں یا چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ کلاس روم کی چاروں دیواریں اس نوعیت کے سامان سے بھری ہوتی ہیں۔ جب کوئی بچہ نئی چیز بناتا ہے تب پرانی تخلیق ہٹا دی جاتی ہے۔ بچہ جب اپنی تخلیق دیوار پر دیکھتا ہے تو ایک طرح سے اسکول میں اپنے وجود کا کچھ زیادہ اور مضبوط احساس پاتا ہے جو اسے رجسٹر پر درج تعداد (نمبر) نہیں دے پاتی۔ چوں کہ ہر بچے کی بنائی ہوئی اشیا دیوار پر ہوتی ہیں اس لیے مقابلے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ مغرب میں شخص کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اس اسکولی نظام میں بچے کی شخصی اہمیت سب سے بالاتر ہے جو میرے نزدیک ایک عمدہ مقصد ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مغربی اسکول ہندوستانی اسکول کے مقابلے میں سماجی حقیقت سے زیادہ قریب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں سماج سے دوری کو الگ الگ طریقوں سے چھپایا جاتا ہے۔ ہندوستانی اسکول اپنی دیواروں کو نصیحتوں سے رنگ کر ایک جھوٹی قدر بچوں کو سکھاتا ہے۔ مغربی اسکول بچوں کی تخلیقات دیوار پر ٹانگ کر ان کی سماج سے وابستگی کی طرف سے آنکھیں موند لیتا ہے۔ اہمیت دراصل اس بات کی ہے کہ دیواروں کے اندر گھرے بچوں کو اسکول کیا دیتا ہے۔ دیواروں پر کیا ہو رہا ہے، اس کی اہمیت ایک حد تک ہے۔ زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ دیواروں کے اندر کیا ہو رہا ہے۔

ایک الگ دنیا...

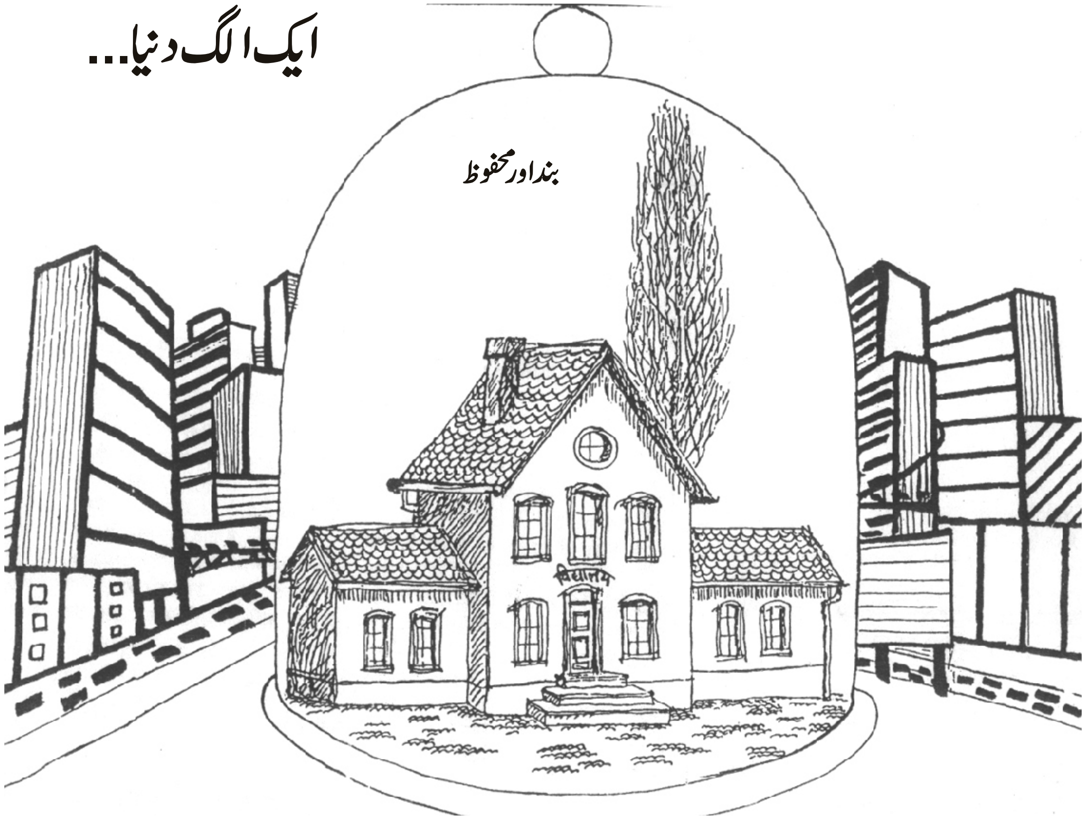

جہاں اصول پہلے سے ہی طے ہیں...

ایک چودہ سال کے طالب علم سے گھر میں پوچھا گیا:
''زبانی یا بولنے کے لیے اسکول میں اب تک کیا تعلیم دی گئی ہے؟
جواب ملا: ''ہمیں چپ چاپ بیٹھنا سکھایا جاتا ہے۔''

نئے تربیت یافتہ اساتذہ سے پوچھا گیا:
''اچھے طلبا میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں؟''
41 فیصد نے جواب دیا: دھیان سے سننا، نظم وضبط کا پابند اور فرماں برداری۔
2 فیصد نے جواب دیا: منطقی فکر اور سمجھ داری

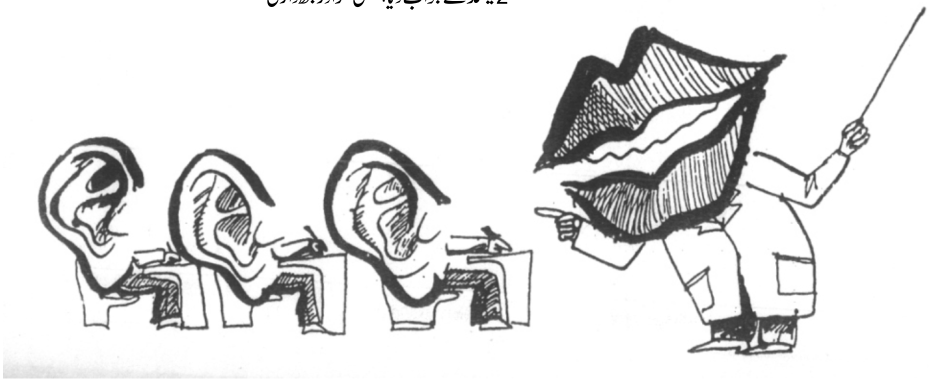

طلبا
چپ بیٹھے ہیں
سنتے ہیں
اور ہدایتوں پر
عمل کرتے ہیں

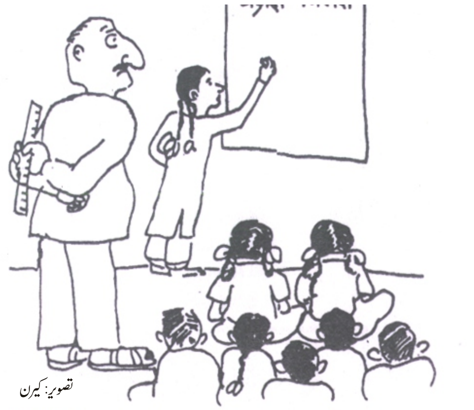

تصویر: کیرن

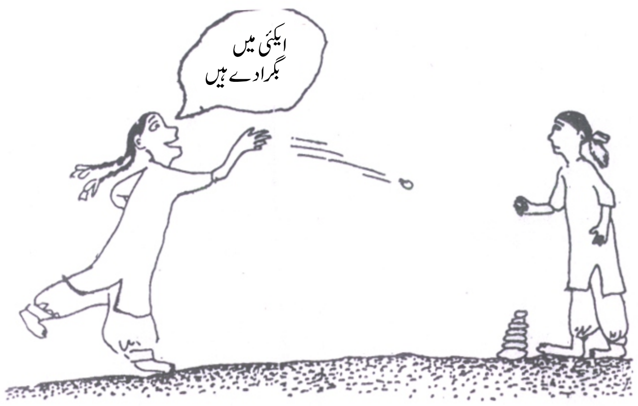

ابتدائی برسوں میں طلبا کو ایک ایسی زبان سیکھنا پڑتی ہے جو نہ تو ان کی ہوتی ہے، نہ ان کے والدین کی۔ خالص اسکولی زبان کو ہی مہذب مانا جاتا ہے۔

بچے کی فطری بولی جہاں بھی اس مہذب زبان سے الگ ہو جاتی ہے اُسے نوٹ کیا جاتا ہے، درست کیا جاتا ہے اور استاد کے ذریعے اس غلطی کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ سب اس امید میں کیا جاتا ہے کہ دھیرے دھیرے بچے اسکول کی زبان سیکھ جائے گا۔

لیکن نتیجے برعکس آتا ہے، کافی بچے اس ڈر سے کہ غلط بولنے پر انھیں ٹوکا اور پیٹا جائے گا، چپ رہنا ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ لکھنے کا کام بھی اتنا ہی کرتے ہیں جتنا ضروری ہوتا کہ کم سے کم سزائیں ملیں۔ ماہرلسانیات اور ماہرنفسیات دونوں ہی ایسے پڑھانے کے طریقے کو کوستے ہیں جس سے بچہ یہ محسوس کرے کہ اس کی فطری اس سے چھن رہی ہے۔

اس طرح بچے کی ایسی بولی یا زبان کو ختم کر کے جو معیاری زبان سے مختلف ہے، یہ طے ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی بھر کسی بھی ٹھیک سے اظہار نہ کر پائے، اس کے باوجود لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہی بچے جوان ہونے پر اظہار میں کمزور ہیں۔

لیکن اس طرح کا نقصان اور بھی تشویش ناک ہے کیوں کہ اس کا اثر اظہار تک ہی محدود نہیں رہتا۔ کسی بھی فرقے کی بولی یا زبان اس کی تہذیب کا ایک اہم حصہ ہوتی ہے اور اس بولی کو غلط یا پسماندہ قرار دینا ایک طرح سے اس پورے فرقے کی شناخت اور تہذیب کی توہین کرنا ہے۔

بزرگوں کے ذریعے چلائی جانے والی عجیب وغریب دنیا...

آخر یہ استاد ہے کیا؟

کیا یہ بچوں کا مستقبل روشن کرنے والے طاقتور ترغیب کار ہیں؟ یا محض ایسے پرزے جو صرف ایک ادارے کو زندہ رکھنے کا کام کرتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اسی قسم کی زنجیروں اور تناؤ میں جکڑے ہوئے ہیں جس میں وہ بچوں کو جکڑ کر رکھتے ہیں۔

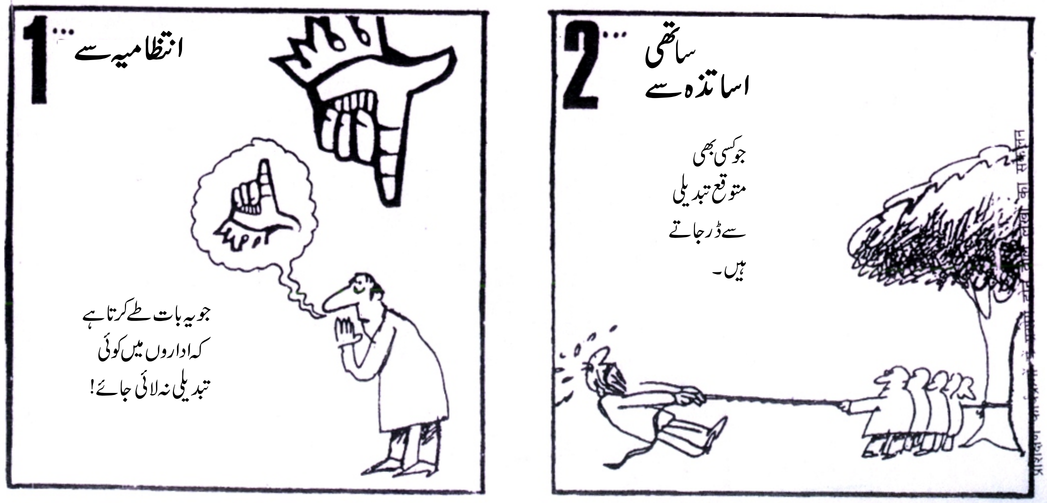

ان اساتذہ کو کتنی آزادی حاصل ہوتی ہے؟

انتظامیہ
ساتھی اساتذہ
والدین
نصاب وغیرہ
اسکول
3 ... سرپرستوں سے
جوتعلیم اورسماج کو باندھنے والی ڈور ہیں اوراس کی وجہ سے تعلیمی اور سماجی اصولوں پر زیادہ اثر ڈال سکتے ہیں۔ یہ اثر زیادہ تر تبدیلی کو روکنے کے لیے ڈالا جاتا ہے۔
سبھی سرپرستوں کی نگرانی سے بھی خوف نہیں ہے۔ خوف اُن سے ہے جو طاقتور ہیں، اخبارات میں لکھتے ہیں یا بیان بازی کرنے کے قابل ہیں۔
سرپرست جن سے ڈرلگتا ہے
سرپرست جوخود ڈرے ہوئے ہیں
4 ... نصاب سے
بے تکے اور خوف پیدا کرنے والے نصاب جنھیں سب کوستے ہیں اور استاد کو پڑھانا ہی ہے... کیونکہ سال کے آخر میں اسی کا امتحان ہوتا ہے۔
میں تو چاہتا ہوں کہ نصاب پر تھوڑی بات چیت ہو (جو میری رائے میں بکواس ہے) لیکن ہمیں اس پر عمل کرنا ہی ہے... تو... لکھو!!!
قسمت سے میں نصاب کا سہارا لے سکتا ہوں!

مزے کی بات یہ ہے کہ عام طور استاد اور طالب علم کے اس طرح کے کردار کو معمول کے مطابق اور فطری مانا جاتا ہے۔ کلاس میں کیا ہونا چاہیے یہ طے کرنے کا حق طلبا کو نہیں ہے۔ طالب علم خود کو ویسا ہی سمجھے جیسا استاد اس کے بارے میں سوچتا ہے۔ مثال کے طور پر دس برس کی عمر کے کچھ بچوں نے اپنے بارے میں یہ جواب دیے:

پہلا طالب علم:

— کیا تم اچھے طالب علم ہو؟
— بہت اچھا نہیں
— تمھیں کیسے معلوم؟
— میرے اسکول کی رپورٹ... اس میں لکھا ہے کہ میں شور مچاتا ہوں، دوسرے طلبا کے ساتھ ملتا جلتا نہیں ہوں... کئی مرتبہ یہ بات میرے بارے میں لکھی گئی ہے۔

دوسرا طالب علم:

— کیا تم اچھا کام کرتے ہو؟
— ہاں، کافی اچھا۔
— کیسے جانتے ہو؟
— جب میرے استاد میرے کام کی جانچ کرتے ہیں تو اچھا اور بہت اچھا لکھتے ہیں۔

تیسری طالبہ:

— تم اچھا کام کرتی ہو؟
— معلوم نہیں... ہاں!
— کیسے معلوم؟
— میں کوشش کرتی ہوں کہ اچھے نمبر ملیں۔

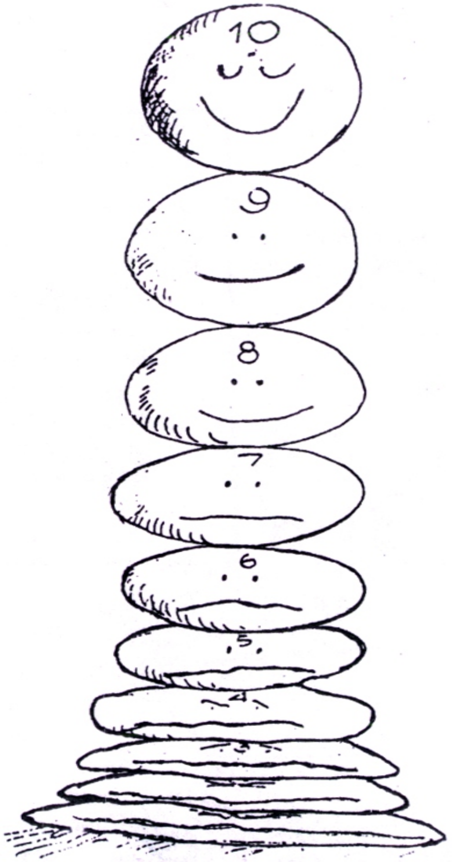

استاد ہی

بولتا ہے،

جانتا ہے،

حکم دیتا ہے،

طے کرتا ہے،

فیصلہ کرتا ہے

اور سزا دیتا ہے

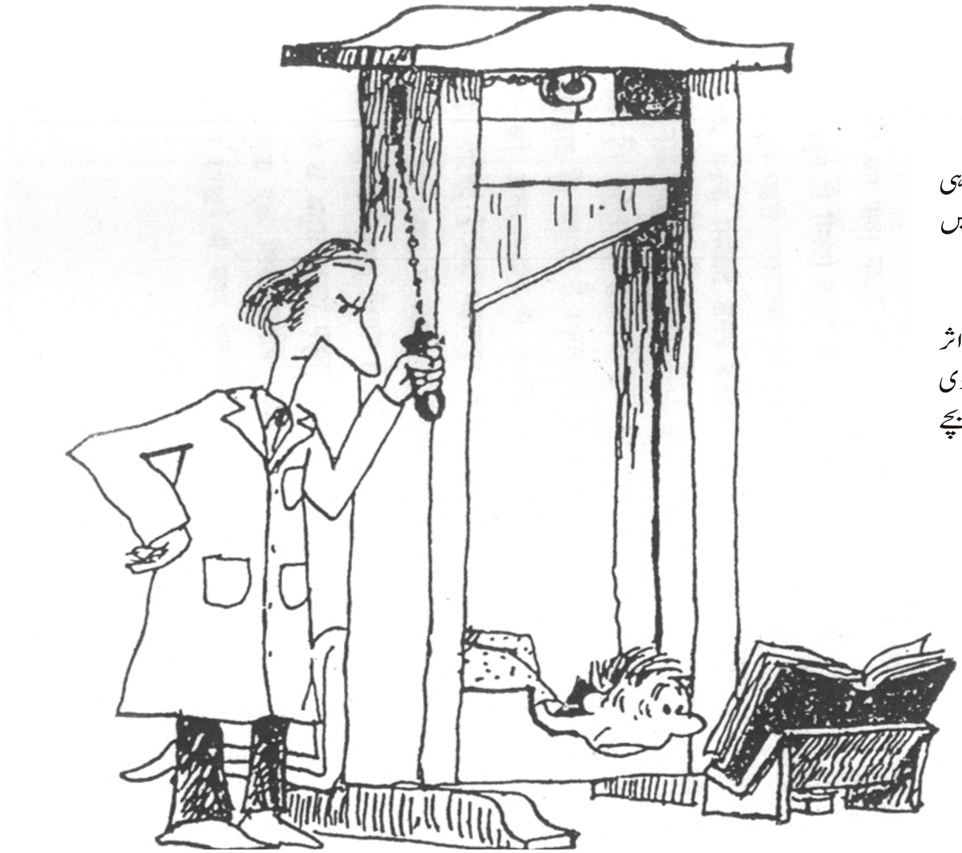

تحریری مواد کو ٹھیک سے نہ پڑھ اور سمجھ پانا ہی اب تک ناکامی کے ایک سبب کی شکل میں سامنے آیا ہے۔

اور یہ بات بچے کی پوری اسکولی زندگی پر اثر ڈالتی ہے۔ کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ بھی بڑی حد تک محض اس بات پر قائم ہوتا ہے نہ کہ بچے کی سمجھ بوجھ پر!

منسلک مضمون باب 4 کے لیے

پگمیلین اثر

'پگمیلین اثر'، 'روزنتھال اثر' کو عام الفاظ میں اساتذہ کی توقعات کا اثر کہا جاتا ہے جس کا تعلق ان حالات سے ہے جن میں طلبا دوسروں کے مقابلے صرف اس لیے بہتر مظاہرہ کر لیتے ہیں کیونکہ ان سے ایسے مظاہرہ کی توقع کی جاتی ہے۔ پگمیلین اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ طلبا بڑوں کی توقعات اور امیدوں کو جذب کر لیتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے خود صحیح ثابت ہونے والی قیاس آرائی ہے۔ جن طلبا سے کم امیدیں وابستہ ہوتی ہیں یا ناامیدی ظاہر کی جاتی ہے وہ طلبا اپنے منفی لیبل کو جذب کر لیتے ہیں اور جن پر مثبت لیبل چسپاں ہوتے ہیں وہ کامیابی سے آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ علم سماجیات میں تعلیم اور سماجی طبقے پر اس کے اثر کو اکثر دائرہ بحث میں لایا جاتا ہے۔

روزنتھال — جیکبسن مطالعہ

رابرٹ روزنتھال اور لینور جیکبسن (1992-1968) نے پگمیلین اثر پر گہرا مطالعہ کیا۔ انھوں نے اپنی تحقیق میں یہ ثابت کیا کہ اگر اساتذہ نے چند بچوں سے کچھ زیادہ توقعات وابستہ کیں تو ان بچوں کی کارکردگی کی سطح اصل میں زیادہ بہتر ہوئی۔ کئی مرتبہ ان بچوں کے مظاہرے میں بڑھی ہوئی توقعات کے نتیجے میں دوگنا اضافہ دیکھا گیا۔ ان کے تجربے کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ دوسروں کی امیدوں کی مدد سے حقیقت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یہ اثر فائدہ مند اور نقصان دہ دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ فرق صرف اس بات کا ہے کہ بچے پر لیبل کس قسم کا لگایا جا رہا ہے، مثبت یا منفی۔ اس مطالعے کے فطری روپ سے عمل میں آنے والی قیاس آرائیوں کا زندگی کے حالات میں تجربہ کیا گیا تھا۔

اپنے تجربے کے آغاز میں یہ قیاس لگایا کہ اگر پرائمری اسکولوں کے اساتذہ کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ کچھ بچے دوسروں کے مقابلے زیادہ تیز ہیں تو اساتذہ انجانے میں انھیں طلبا کو ترقی کو ترغیب

دیں گے؟ بھلے ہی یہ مرکزی اہمیت کا نکتہ نہ ہو، لیکن اس مطالعے کے بعد سے تعلیم سے متعلق مباحثے اور غور و فکر میں اساتذہ کے اثر کا ایک اہم موضوع تسلیم کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے عمل میں اساتذہ کی اعلیٰ توقعات کا اثر بہت گہرا اور زیادہ ہوتا ہے۔

روزنتھال اور جیکبسن نے اپنے مطالعے میں تیسری جماعت کے بچوں کو ان کی آنکھوں کے رنگ کے اعتبار سے دو گروپ میں تقسیم کر دیا۔ ایک گروپ کو ان کی آنکھوں کے رنگ کی وجہ سے دوسرے سے تیز اور عقل مند ہونے کا اعلان کر دیا۔ انھوں نے جب گروپوں کو عام طور پر املا نویسی کی مشق کرائی تو بہتر قرار دیے گئے گروپ کے بچوں نے کہیں زیادہ اچھے نمبر حاصل کیے۔ تجربے کو الٹ کر بھی دیکھا گیا۔ اسی لیے اساتذہ کو بہت محتاط رہ کر اپنے رویے اور خیال پر غور و فکر کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ کہیں اپنی توقعات بے بنیاد طور پر کم رکھ کر بچوں کی آموزش کو منفی طور پر متاثر تو نہیں کر رہے ہیں۔

تحقیق کرنے والوں نے اپنے مطالعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سماج کے پسماندہ کہے جانے والے طبقات کے بچوں کا اسکولی مظاہرہ کئی بار کم سطح کا ہوتا ہے کیوں کہ اساتذہ کی ان سے توقعات ہی اس طرح کی وابستہ ہوتی ہیں۔ انھوں نے سین فرانسسکو کے ایک پرائمری اسکول میں پہلی سے چھٹی جماعت کے بچوں کی سیکھنے کی صلاحیت کے بارے میں اساتذہ کو غلط معلومات فراہم کیں۔ کچھ طلبا کے لیے بتایا گیا کہ ان کا اندازۂ قدر ہوا تھا اور وہ ذہنی نشو و نما کی ایک خاص سطح پر تھے۔ جب کہ حقیقت میں ایسا کوئی اندازۂ قدر نہیں کیا گیا تھا۔ تجربے کے آخر میں یہ دیکھا گیا کہ ان میں سے کئی طلبا خاص طور پر پہلی اور دوسری جماعت کے طلبا کا مظاہرہ یکساں صلاحیت رکھنے والے بچوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر تھا۔

پگمیلین اثر پر سینکڑوں مطالعے موجود ہیں اور تمام مطالعات میں یہی نتیجہ سامنے آیا کہ اساتذہ بچوں سے جیسی توقعات وابستہ کریں گے، بچوں کا مظاہرہ ویسا ہی ہوگا۔

باب 5 : اندازۂ قدر

موضوع : پڑھنے کی یہ متبادل فہم اندازۂ قدر کو ایک نئے نقطۂ نظر سے دیکھنے اور کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ اندازۂ قدر ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ بچے نے کتنا سیکھا ہے اور کتنی گہرائی سے سیکھا ہے؛ اسے بھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔ اندازۂ قدر سے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ بچے میں سیکھنے کی صلاحیت میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ اندازۂ قدر بغیر کسی بنیاد کے نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم بچوں کا مشاہدہ کریں۔ ان کے کاموں ، صلاحیتوں کی پابندی اور ترتیب کے ساتھ ریکارڈ رکھیں۔

اندازۂ قدر دو طرح سے کیا جانا ضروری ہے:

- بچوں کی موجودہ ترقی کا موازنہ پہلے کچھ وقت تک کی ہوئی ترقی سے۔
- بچوں کی عمر کے مطابق خصوصیات اور صلاحیتوں کے پیمانوں سے اس کی ترقی کا موازنہ۔

اہم نکات :

(i) اندازۂ قدر کیا اور کیوں؟

(ii) اندازۂ قدر کی بنیاد

(iii) اندازۂ قدر کیسے کیا جائے؟

درسی مواد : ہدایت نامے کا باب – اندازۂ قدر

سرگرمیاں :

(i) سوال اور غور وفکر

(ii) منصوبہ سازی

(iii) تجزیہ

(iv) پڑھنا اور غور وفکر

اجلاس کے ممکنہ نتائج :

(i) کلاس میں کس طرح کے اندازۂ قدر کی ضرورت ہے۔

(ii) اندازۂ قدر کس طرح کیا جانا چاہیے۔

(iii) اندازۂ قدر کے لیے کس طرح کی تیاری کی جانی چاہیے۔

اجلاس کی منصوبہ سازی

موضوع : اندازۂ قدر

وقت : 3 گھنٹے

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ I : اندازۂ قدر کیا اور کیوں؟	وقت	اشیا
سرگرمی I	سوالات اور غور و فکر	30 منٹ	—
سرگرمی II	تجزیہ	30 منٹ	—

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ II : اندازۂ قدر کی بنیاد	وقت	اشیا
سرگرمی I	انتخاب، پڑھنا اور سوالات	15 منٹ	—
سرگرمی II	پڑھنا اور غور و فکر	30 منٹ	ہدایت نامہ کا باب 'اندازۂ قدر'
سرگرمی III	تجزیہ اور مباحثہ	15 منٹ	—

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ III : اندازۂ قدر کیسے کیا جائے؟	وقت	اشیا
سرگرمی I	بات چیت	15 منٹ	—
سرگرمی II	منصوبہ سازی اور پیش کش	45 منٹ	—

موضوع : اندازۂ قدر

اہم نکتہ 1 : اندازۂ قدر کیا اور کیوں؟

سرگرمی I : سوالات اور غور و فکر

سوال 1 : کلاس میں ہم اندازۂ قدر کیوں ضروری سمجھتے ہیں؟

سوال 2 : ہم کلاس میں اکثر و بیشتر اندازۂ قدر کس طرح کرتے ہیں؟

> **تربیت کاروں کے لیے ہدایت**
>
> - تربیت کار اہم نکات کو دھیان میں رکھ کر مباحثے کو ایک سمت دیں۔
> - مباحثے سے حاصل نتائج کو بورڈ یا چارٹ پیپر پر لکھیں۔

> **تربیت کاروں کے لیے بعض اہم نکات**
>
> - اندازۂ قدر اور ہدایت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔
> - اندازۂ قدر سے حاصل معلومات پڑھنا سکھانے کی تیاری کو سمت متعین کرتی ہے۔
> - اندازۂ قدر سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے بچے کتنا سیکھ پائے ہیں بلکہ یہ بھی کہ بچے میں سیکھنے کی صلاحیت کی کتنی نشو و نما ہوئی ہے۔
> - اندازۂ قدر مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے۔
> - اندازۂ قدر کے لیے مخصوص حالات پیدا کرنا نقصان دہ ہے۔
> - اندازۂ قدر کئی سیاق اور متعدد پڑھنے کے مواد کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔
> - بچے کی ترقی کا موازنہ اس کے پہلے کچھ وقت تک ہوئی ترقی سے کریں۔
> - بچے کی ترقی کا موازنہ اس کی عمر کے لیے طے شدہ پیمانوں سے کریں۔

سرگرمی II : تجزیہ

تربیت کاروں کے لیے ہدایت

- باب 4 کے سوالات اور 2 میں دی گئیں مثالوں کو لکھیے ''وہ دوڑ کر بس میں چڑھ گیا۔''
- اس کے نیچے یہ جملہ لکھیے جو بچے نے پڑھا ہے''وہ د-و-ڑ-کر بس میں چ-ڑ -ھ گیا۔''
- بچے کے پڑھے گئے اس جملے کی بنیاد پر بچے کی پڑھنے کی صلاحیت کی جانچ کیجیے۔
- تجزیے کے اہم نکات تحریر کیجیے۔

اہم نکتہ 2 : اندازۂ قدر کی بنیاد

سرگرمی I : انتخاب، پڑھنا اور سوالات

تربیت کاروں کے لیے ہدایت

1۔ تربیت کار شرکا کو ان کی درسی کتاب سے کوئی تین اسباق منتخب کرنے کے لیے کہیں۔
2۔ یہ تینوں اسباق مختلف اصناف کے ہونے چاہئیں جیسے کہانی، نظم، مضمون، خط وغیرہ۔
3۔ ان تینوں اسباق کو پڑھیں اور ان کی بنیاد پر پوچھے گئے سوالات پر غور و فکر کریں اور اہم نکات لکھیں۔

سوالات:

1۔ کیا سبق کی صنف، اسلوب وغیرہ کی بنیاد پر اندازۂ قدر کا طریقہ تبدیل ہوگا۔ اگر ہوگا تو کس طرح؟
2۔ کیا پڑھنے والے کی صلاحیتوں کے مطابق، اندازۂ قدر میں کوئی فرق آئے گا؟
3۔ اندازۂ قدر صرف رسمی طریقے سے ہی کیا جا سکتا ہے جیسے سہ ماہی، سشماہی، سالانہ وغیرہ؟

سرگرمی II : پڑھنااورغوروفکر

تربیت کاروں کے لیے ہدایت

1۔ ہدایت نامہ کے باب 5 ’اندازۂ قدر‘ کے صفحہ 48 اور 49 کا موادشرکا کو پڑھنے کے لیے دیں یا پڑھ کر سنائیں۔
2۔ ’اندازۂ قدر‘ باب کے اس حصے کو پڑھ کر اس پر غوروفکر کرنے کے لیے کہیں۔

سرگرمی III : تجزیہ اور مباحثہ

’اندازۂ قدر‘ باب کے پڑھے گئے حصے کی بنیاد پر اب اپنے پچھلے لکھے گئے نکات کو دیکھیں۔ کیا ان میں کسی بتدیلی کی ضرورت ہے۔ اگر ہے تو کیوں؟

اہم نکتہ 3 : اندازۂ قدر کس طرح کیا جائے

سرگرمی I : بات چیت

سوال 1: کن طریقوں سے بچوں کا ہمہ جہت اندازۂ قدر کیا جا سکتا ہے؟

تربیت کاروں کے لیے ہدایت

- مشاہدے کا اندراج کس طرح کیا جائے اور اس کے لیے تیاری
- تمام اساتذہ کے پاس بچوں کے ناموں کی فہرست اور 200 اوراق پر مشتمل ایک کاپی ہو۔
- بچوں کا برابر مشاہدہ کیا جائے۔ بچوں کے مشاہدے کے لیے دن مقرر کر لیا جائے مثلاً آج کے دن ان پانچ بچوں کا مشاہدہ کیا جائے گا۔
- مشاہدہ کی بنیاد پر رائے نامکمل نہ ہو جیسے ’ورندا کتابوں میں دلچسپی رکھتی ہے‘ بلکہ اس طرح لکھا جائے: ’ورندا کتابوں میں دلچسپی دکھاتی ہے۔ ریڈنگ کارنر کی کتابوں کو وہ کافی دیر الٹتی پلٹتی رہی۔ آخر میں ’بڑھیا کی روٹی‘ لے کر بیٹھ گئی اور اس کی تصاویر کو دیکھتی رہی‘۔

- ایسا کرنے سے آپ کی رائے کو ایک بنیاد فراہم ہوگی۔
- جب آپ کے پاس 8-7 آرادرج ہو جائیں گی تب آپ بچی کی لسانی مہارت کی مکمل نشو و نما دیکھ پائیں گے۔
- یہ آرا آپ کو تقابلی پس منظر فراہم کریں گی۔
- اندازۂ قدر کے علاوہ کلاس میں اور کلاس کے باہر بھی بچوں سے پوچھ تاچھ اور بات چیت کی جا سکتی ہے۔
- ان کے تحریری کام کو دیکھ کر ان کی ترقی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔
- یہ اندازۂ قدر روزانہ اور ایک مسلسل عمل ہونا چاہیے۔

سرگرمی II : منصوبہ سازی اور پیش کش

پہلا مرحلہ : منصوبہ سازی

- اساتذہ اپنی کلاس میں اندازۂ قدر کے کون سے طریقے اختیار کرتے ہیں، اس پر غور کریں۔
- وہ ایسے کون سے طریقے اختیار کریں گے جن سے وہ اپنے بچوں کا پابندی سے اندازۂ قدر کر سکیں۔

ہو سکے تو ایک اندازۂ قدر کا دائرہ بنائیں۔

دوسرا مرحلہ : پیش کش

اپنے منصوبے کو پیش کریں اور اس پر گفتگو کریں۔

باب 6 : پہلی اور دوسری جماعتوں کے لیے ذاتی مطالعہ کی کتابوں کی سیریز

موضوع : بچوں کو پڑھنے کے لیے بامعنی اشیا حاصل ہوں اس کے لیے چالیس کہانیوں کی سیریز تیار کی گئی۔ تدریجی سیریز ایک تعلیمی وسیلہ ہے جس سے توقع ہے کہ پہلی اور دوسری جماعت کے بچوں میں پڑھنے کو مہارت کی فروغ دینے میں مدد ملے گی۔

پڑھنے کے عمل میں اندازہ لگانے کا اہم کردار ہوتا ہے۔ جن عناصر کی بنا پر ہم اندازہ لگاتے ہیں انہیں اس سیریز میں خاص مقام دیا گیا ہے۔ یہ ایسی کتابیں ہیں جن میں بچے اپنی زندگی کے عکس تلاش کر پائیں گے، اس لیے بچوں کو یہ کہانیاں بامعنی ہوں گی۔ اس سیریز کو پانچ موضوعات میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر موضوع کے تحت آٹھ کتابیں ہیں۔

اہم نکات :
(i) تدریجی سیریز کی خوبیوں کو سمجھنا
(ii) سیریز کا استعمال

پڑھنے کا مواد :
(i) مضمون — ذاتی مطالعہ کی کتابوں کی سیریز — پیش لفظ

سرگرمیاں :

(i) سیریز کے ایک موضوع کے تمام مرحلوں کی کتابوں کو پڑھنا

(ii) تجزیہ

(iii) غوروفکر اور مباحثہ

(iv) منصوبہ سازی

اجلاس کے ممکنہ نتائج :

(i) پڑھنے کے اہم موقع کے طور پر تدریجی سیریز کی اہمیت کو سمجھنا۔

(ii) سیزیز کے استعمال میں استاد کے کردار کو سمجھنا۔

(iii) سیریز کو جماعت کے روزانہ کے کام میں اہمیت دینا۔

اجلاس کی منصوبہ سازی

موضوع : پہلی اور دوسری جماعتوں کے لیے ذاتی مطالعہ کی کتابوں کی سیریز

وقت : 2 گھنٹے

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ I : تدریجی سیریز کی خصوصیات کو سمجھنا	وقت	اشیا
سرگرمی I	پڑھنا اور غور وفکر	15 منٹ	تدریجی سیریز- ایک تعارف
سرگرمی II	تجزیہ اور پیش کش	15 منٹ	—
سرگرمی III	سوال، غور وفکر اور تحریر	60 منٹ	سیریز کے ایک موضوع کے تمام مراحل کی کتابیں

سرگرمی نمبر	اہم نکتہ II : تدریجی سیریز کا استعمال	وقت	اشیا
سرگرمی I	منصوبہ سازی پیش کش	30 منٹ	—

موضوع : پہلی اور دوسری جماعتوں کے لیے ذاتی مطالعہ کے لیے کتابوں کی سیریز

اہم نکتہ 1 : تدریجی سیریز کی خصوصیات کو سمجھنا

سرگرمی I : پڑھنا اور غور و فکر

شرکا 'تدریجی سیریز— ایک تعارف' پڑھ کر اس کی خصوصیات، اہمیت اور استعمال پر غور کریں اور گفتگو کریں۔

سرگرمی II : تجزیہ (گروپ کام) اور پیش کش

تربیت کار کے لیے ہدایت:

- تربیت کار شرکا کو چار پانچ کے گروپ میں تقسیم کریں۔
- ہر گروپ کو تدریجی سیریز کے ایک موضوع کے تمام مراحل کی کتابیں دی جائیں۔
- گروپ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس اکائی کو سیریز کی بنیاد کے طور پر دیکھیں۔
  - ترتیب کے اعتبار سے
  - سطح سے مناسبت سے
  - اندازلگانے کے مواقع
  - عام زندگی کی جھلک

  ہر نکتے کی بنیاد پر اس اکائی کو سمجھیں۔

تمام گروپ اپنے خیالات کو بڑے گروپ کے سامنے پیش کریں۔

سرگرمی III : سوالات، غور و فکر اور لکھنا

پہلا سوال : اس مجموعے کو تدریجی سیریز کیوں کہا گیا ہے؟

دوسرا سوال : تدریجی سیریز اندازہ لگا کر پڑھنے کے مواقع کس طرح فراہم کرتی ہے؟

شرکا دونوں سوالوں پر اپنے تاثرات کا تحریری اظہار کریں۔

اہم نکتہ 2 : تدریجی سیریز کا استعمال

سرگرمی I : منصوبہ سازی اور پیش کش

پہلا مرحلہ : منصوبہ سازی

شرکا 'تدریجی سیریز' کے ذریعے کلاس میں پڑھنے کے مواقع کیسے فراہم کرائیں گے، اس سے متعلق ایک منصوبہ تیار کریں۔

تربیت کے ان نکات پر توجہ دلائیں:

- تدیجی سیریز ایک تعلیمی وسیلہ ہے۔
- یہ سیریز درسی کتاب کی طرح کلاس میں نہیں پڑھائی جائے گی یہ بچوں کے ذاتی مطالعے کے لیے ہے۔
- بچے ترتیب وار طریقے سے اس سیریز کو پڑھیں گے جیسے پہلے مرحلے کی کتابیں پڑھ لی جائیں، اس کے بعد دوسرے مرحلے کی کتابیں شروع کی جائیں۔
- اگلے مرحلے کی کتابیں نکالنے کے بعد پچھلے مرحلے کی تمام کتابیں بچوں کے لیے موجود رہیں گی۔
- کوئی بچہ لوٹ کر ان کتابوں کی طرف جائے تو اسے نہ ٹوکا جائے۔
- ان کے کردار اور واقعات وغیرہ سے متعلق گفتگو کی جا سکتی ہے۔
- اساتذہ اس پر بھی غور کریں کہ ایک اکائی پڑھنے کے بعد بچوں سے کس طرح کی بات چیت کی جا سکتی ہے جس سے بچے میں انداز لگا کر پڑھنا آسان ہو جائے۔

دوسرا مرحلہ : پیش کش

شرکا اپنے منصوبوں کو پیش کریں اور سب لوگ مل کر اس پر گفتگو کریں۔

برکھا

پہلی اور دوسری جماعت کے بچوں کے لیے تدریجی سیریز

پہلی جماعت میں داخل ہوتے وقت بچے اپنی زبان کے بہت سے الفاظ کے معنی جانتے ہیں۔ وہ چیزوں کو ان کے سیاق وسباق یعنی اُن کی عملی شکل میں پہچانتے ہیں اور اپنے گھر میں بولی جانے والی زبان کے جملے کی ساخت کو بھی جانتے ہیں۔ اسکول کو زبان کی یہ پائدار بنیاد ہر بچے میں تیار ملتی ہے۔ اگر اسکول اس بنیاد کو آغاز مان کر چلے تو سبھی بچوں کو چند ماہ میں ہی پڑھنا اور لکھنا سکھایا جا سکتا ہے، لیکن عام طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ ہم سبھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ہمارے اسکولوں میں آنے والے بیشتر بچے قاری نہیں بن پاتے۔ پانچویں جماعت تک آ کر بھی بہت سے بچے حروف کی شناخت پر ہی اٹکے رہتے ہیں اور جو پڑھنا سیکھ بھی لیتے ہیں وہ صحیح معنوں میں اچھے قاری نہیں بن پاتے۔ قاری نہ بن پانے سے ہماری مراد یہ ہے کہ بچوں میں نہ تو مطالعے کی عادت پڑتی ہے اور نہ ہی اس سے حاصل ہونے والی خوشی کا احساس ہوتا ہے۔

اسکولوں میں اس مسلسل ناکامی کو اب ہمیں روکنا ہے اور ہم ہی اسے روک سکتے ہیں۔ ہم بچوں کو پڑھنا سکھاتے وقت اُن کے اس علم اور تجربے کو کلاس روم میں اہمیت دیں۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے تو وہ اُسی آسانی سے پڑھنا سیکھ سکیں گے جس آسانی سے وہ گھر میں بولنا سیکھتے ہیں۔ اسکول کے ابتدائی کچھ مہینوں میں ہی ہر ایک بچہ سمجھ کے ساتھ پڑھنا سیکھ لیتا ہے۔ اسکول کی کوششوں میں سنجیدگی لانے اور بچوں کو حروف شناسی کے طریقے سے الگ ہٹ کر ایک نئے انداز سے غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سمت میں این سی ای آر ٹی نے ایک اہم قدم اٹھایا ہے۔ بچوں کی پڑھنا سیکھنے کی قدرتی صلاحیتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے برکھا سیریز تیار کی گئی ہے۔ اس سیریز کا بنیادی تصور یہ ہے کہ اگر بچے شروع سے

ہی فہم و سرشاری کے ساتھ پڑھیں تو وہ بہت جلد پڑھنا سیکھ جائیں گے اور اچھے قاری بن پائیں گے۔
مجوزہ سیریز ایک تعلیمی وسیلہ ہے جس سے پہلی اور دوسری جماعت کے بچوں کو پڑھنا سیکھنے میں مدد ملے گی اور اُن میں زیادہ سے زیادہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔

بچے کس طرح پڑھنا سیکھتے ہیں؟

پڑھنے کے عمل میں اندازے کی بڑی اہمیت ہے۔ پڑھنا سیکھنے والے بچوں کو شروع سے ہی نصابی مواد میں اندازے کی مدد سے پڑھنے کا موقع ملنا چاہیے۔ عام طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ ہماری تعلیمی نظام میں ابتدائی جماعتوں میں بچوں کو محض حروف کو آوازوں سے ملانا سکھایا جاتا ہے۔ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ بچے حروف اور آوازوں میں مناسبت قائم کرتے ہوئے رفتہ رفتہ پڑھنا سیکھ جائیں گے لیکن اس طریقۂ کار سے حروف جوڑتے ہوئے بچے پڑھنا سیکھ بھی جائیں تب بھی وہ اچھے قاری نہیں بن پاتے ہیں، پڑھے ہوئے متن کو سمجھ کر اُس پر رائے قائم کر پانا تو بہت دور کی بات ہے۔ اس ناکامی کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم بچوں کے مطالعے میں اندازہ لگانے کی تربیت پر کبھی معقول توجہ ہی نہیں دیتے بلکہ اگر بچہ مطالعے کے لیے ذاتی صلاحیت کا استعمال کرتا ہے تو اسے ٹوک دیا جاتا ہے۔

برکھا کے ذریعے یہ کوشش کی گئی ہے کہ بچوں کو اس سیریز کی کہانیوں کو پڑھتے وقت نصابی مواد کے بارے میں اندازہ لگانے کا پورا پورا موقع ملے۔ بچے اندازہ لگاتے وقت اپنے تجربات، عملی معلومات اور زبانی اظہار کی معلومات کو استعمال میں لاسکیں گے۔ اسی لیے تمام کہانیاں بچوں کے روزمرہ تجربات کو بنیاد بنا کر لکھی گئی ہیں۔ بچوں کے وقوفی نشوونما میں پڑھنے کی مہارت کا اہم حصہ ہوتا ہے۔ بچوں کو جب خود پڑھنے کے لیے خاصی تعداد میں کتابیں حاصل ہوں گی تو نہ صرف ان کے پڑھنے کی صلاحیت کو فروغ حاصل ہوگا بلکہ اسکولی علم کے ہر میدان میں فائدہ پہنچے گا۔

برکھا کی کہانیوں کا خاکہ

برکھا میں چالیس کہانیاں شامل ہیں جن کی درجہ بندی پانچ موضوعات اور چار سطحوں پر کی گئی ہے۔ سطح کے

مطابق کہانیوں میں جملوں کی تعداد اور پلاٹ کی پیچیدگی بڑھتی جاتی ہے۔ ہر موضوع میں دو اہم کردار ہیں جن کے ذریعے کہانی پیش کی گئی ہے۔ جمال اور مدن پڑوس میں رہنے والے دوست ہیں جو کھانے کی چیزوں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسی طرح رما اور رانی دو بہنیں ہیں جن کی روزانہ کی زندگی پر محیط کہانیوں سے یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ بچے اپنے آس پاس موجود انسان اور اشیا سے مساوی رشتہ محسوس کرتے ہیں اور ان سے وابستہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر دھیان دیتے ہیں۔ کاجل اور مادھو بھائی بہن ہیں جن کے تعلق سے ہم بچوں کے اس اطمینان اور خوشی کو محسوس کر سکتے ہیں جو انھیں جانوروں اور پرندوں کو دیکھ کر اور ان کے ساتھ رہ کر حاصل ہوتی ہے۔ جیت اور ببلی کے ذریعے بچوں کے مختلف قسم کے کھیل اور ان سے متعلق دلچسپ تراکیب کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ توصیہ اور ملی دو سہیلیاں ہیں جو کسی بھی عام لڑکی کی طرح اپنے آس پاس کی ہر چیز کے بارے میں جاننا چاہتی ہیں اور اس کے ٹوٹنے یا بگڑنے کی پروا نہ کرتے ہوئے اس میں کھیل کے مواقع تلاش کر لیتی ہیں۔

برکھا کی کہانیوں کی چار سطحیں ہیں۔ جملے کی ساخت، الفاظ کی تعداد، ضمنی موضوعات کی تعداد اور ان کی گہرائی کی بنیاد پر ان کہانیوں کی سطح طے کی گئی ہے۔ جیسے جیسے سطح بلند ہوتی ہے ویسے ویسے جملوں اور کہانی کے موضوعات کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔

پہلی سطح — اس سطح پر دس کہانیاں شامل ہیں۔ ہر موضوع کی دو دو کہانیاں ہیں۔ کہانیوں میں ہر صفحہ پر ایک ایک تصویر اور ایک ایک جملہ دیا گیا ہے۔ مکمل کہانی میں صرف ایک واقعہ یا مسئلہ ظاہر ہوتا ہے۔ جملے کی ساخت میں تکرار ہے جس سے بچوں کو پڑھنے میں مدد ملتی ہے۔

دوسری سطح— اس سطح پر دس کہانیاں شامل ہیں۔ اس میں بھی ہر ایک موضوع پر دو دو کہانیاں ہیں۔ کہانیوں میں ہر صفحہ پر دو دو جملے دیے گئے ہیں اور الفاظ کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ اس میں ہر صفحہ پر تصویر دی گئی ہے۔ جملے کی ساخت میں تکرار ہے لیکن یہ تکرار پہلی سطح کے مقابلے میں کچھ کم ہے۔ اس سطح پر بھی کہانیوں میں ایک ہی واقعہ یا مسئلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسری سطح— گذشتہ دو سطحوں کی طرح اس سطح پر بھی دس کہانیاں شامل ہیں اور ہر موضوع پر دو دو

کہانیاں ہیں۔ کہانیوں میں ہر صفحہ پر تین تین جملے دیے گئے ہیں۔ کہانیوں میں ایک بڑے واقعے کے اندر دو تین چھوٹے چھوٹے واقعات ترتیب دیے گئے ہیں۔ نئے لفظوں کی تعداد دوسری سطح کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس میں بھی ہر صفحہ پر تصویر دی گئی ہے۔

چوتھی سطح — اس سطح کی دس کہانیوں میں ہر صفحہ پر ایک ایک تصویر اور چار چار جملے دیے گئے ہیں۔ کہانی میں دو تین چھوٹے چھوٹے موضوعات ہیں جس سے نئے الفاظ کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے۔ کہانی کے موضوعات میں تکرار ہے لیکن جملے کی ساخت میں تکرار بہت کم ہے۔

بچے جب ایک سطح کی کہانی پڑھ لینے کے بعد اگلی سطح کی کتابیں اٹھائیں گے تو خود بخود اشتیاق پیدا ہوگا کہ وہ آگے بڑھیں۔ انھیں یہ سہولت ہوگی کہ وہ پہلے پڑھی جانے والی کتابوں کو دوبارہ پڑھ سکتے ہیں۔ پڑھی ہوئی کتابوں کو اپنی مرضی سے بار بار پڑھنے کی اپنی تعلیمی اہمیت ہے لیکن ایسی لچک اسکولوں میں ملنے والے نصابی مواد میں کم ہی ملتی ہے۔ اس سہولت سے نہ صرف بچے کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی کتابوں کو بہتر طور پر سمجھ پاتا ہے بلکہ اسے کئی تصورات کو نئے نقطۂ نظر سے سمجھنے کا موقع بھی ملتا ہے۔

برکھا میں بچوں کے روزمرہ کے تجربات

برکھا کی کہانیاں بچوں کے اردگرد کے حالات اور ان کے روزمرہ کے تجربات پر مبنی ہیں۔ اپنے اردگرد کے حالات اور تجربات کو کہانیوں میں موجود پا کر بچوں کو اپنے تصورات کے ساتھ اور اندازہ لگا کر سمجھتے ہوئے پڑھنے میں مدد ملے گی۔ برکھا کے سبھی کردار چھوٹے بچے ہیں جو ہمارے قاری بچوں کی عمر کے ہی ہیں۔ کہانیوں کی تخلیق کرتے وقت سب سے زیادہ اس بات پر دھیان دیا گیا ہے کہ ہر کہانی ایسی چھوٹی سی چیز یا واقعے پر مبنی ہو جو اس عمر کے بچوں کو بہت اہم اور دلچسپ لگتی ہے۔ واقعات کو بچوں کے نقطۂ نظر سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اگر کوئی چیز زمین پر گر جائے تو بچے بڑوں کی طرح صفائی کرنے کے لیے بے چین نہیں ہوتے۔ چڑیا کا انڈا دکھائی دینے پر بچوں کی خوشی کی انتہا نہیں ہوتی اور اسے بلّی یا کتّوں

سے بچانے کی ذمہ داری وہ خود ہی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ایسے حالات میں بچے جس طرح کام کرتے ہیں وہی ان کہانیوں کا مرکزی عنصر ہے۔

کہانیوں میں تکرار

بچے اپنے آپ کو کہانیوں سے وابستہ کر کے دیکھ سکیں، اس کے لیے ان کے جانے پہچانے کرداروں کا استعمال کیا گیا ہے۔ کہانی کو تصاویر کی مدد سے سمجھنے کے بعد جب بچے اُن کے نیچے لکھے ہوئے جملوں پر نظر ڈالیں گے تو وہ خود سمجھ جائیں گے کہ ان میں کیا لکھا ہوا ہے۔ کہانی سمجھنے کے ساتھ ساتھ بچے کچھ جملے پڑھنا بھی آسانی سے سیکھ جائیں گے۔ برکھا کی کہانیوں میں سبھی جملے عام بول چال کی زبان میں ہیں۔ اس سے بچوں کو بول چال کی اور تحریری زبان میں مطابقت پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ وہ آسانی سے یہ جان جائیں گے کہ زبان سے کہی ہوئی بات کو کس طرح لکھا جاتا ہے۔

تصاویر میں کہانی

برکھا میں چاروں سطح کی تمام کہانیوں میں ہر صفحے پر تصویر دی گئی ہے۔ اسکول کے ابتدائی دور میں جب بچے تحریری مواد نہیں پڑھ پاتے تب بھی وہ تصاویر کی مدد سے کہانیوں کو سمجھ لیں گے۔ اس موقع کے ساتھ برکھا میں تصاویر پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ تصاویر کو کہانی کے واقعات تک ہی محدود نہیں رکھا گیا ہے بلکہ اُنھیں زیادہ سے زیادہ حقیقی شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے تصاویر اصل زندگی کی جھلکیاں پیش کر سکیں۔ اس سے بچوں کو تصاویر سے محظوظ ہونے، کہانی کو سمجھنے اور چیزوں کے بارے میں گفتگو کرنے کے مناسب مواقع ملیں گے۔ تصاویر میں بچوں کو باوقار طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ ان کا بچپن نہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کی اہمیت کم کی گئی ہے۔ کہانیوں میں اکثر بچوں کو روایتی شکل میں پیش کیا جاتا ہے لیکن برکھا میں بچوں کی پیش کش عام زندگی جیسی ہی کی گئی ہے۔ اس سے قاری بچے کہانی سے بہتر طور پر وابستہ ہو پائیں گے اور کرداروں میں اپنا عکس تلاش کر سکیں گے۔

زبان میں اخلاق اور اقدار

یہ ایک عام تصور ہے کہ بچوں کو جو بھی پڑھنے کے لیے دیا جائے اس سے وہ کچھ نہ کچھ ضرور سیکھیں۔ برکھا کی ترتیب اور کہانیوں کے تخلیقی عمل دونوں سطحوں پر کوشش کی گئی ہے کہ جس انداز میں بزرگ بچوں کو اقدار کی تعلیم دیتے ہیں اس طریقے سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔ زندگی کی معصومیت اور بچوں کی چھوٹی چھوٹی مسرتوں کو زبان میں شفافیت سے پرونے کی سعی کی گئی ہے۔

زبان اپنے آپ میں ایک تہذیب ہے۔ شائع شدہ مواد کی زبان بچوں کے تجربات کی تجسیم کر سکے، ان کے دل کو چھو سکے، یہی اس کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ کوئی بچہ نہیں چاہتا کہ وہ بہادر نہ بنے، نڈر ہو کر خطروں کا سامنا نہ کرے، مشکل حالات میں بھی نہ گھبرائے اور بڑوں کے سامنے اپنی بات مضبوطی کے ساتھ نہ رکھ سکے۔ تمام بچے اپنی عام زندگی میں ایسی چھوٹی چھوٹی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ بچوں کی اسی خواہش اور معصومیت کو برکھا میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

برکھا کی کہانیوں میں اقدار اس طرح پیش کی گئی ہیں کہ انسانی حسّیات خود بہ خود ابھر آتی ہیں۔ مثال کے طور پر کہانی ''طبلہ'' میں جیت کا اپنے ابّو کے طبلہ بجانے کے ہنر کو سیکھنے کی خواہش رکھنا اپنے آپ میں ایک بڑی قدر ہے۔ کہانی ''نانی کا چشمہ'' میں رما جس فکرمندی اور تندہی سے اپنی نانی کا چشمہ ڈھونڈتی ہے اس سے ایک بزرگ کے تئیں چھوٹے بچے کے جذبات ظاہر ہوتے ہیں۔ ''تالاب کے مزے'' کہانی میں کاجل اور مادھو جب بگلوں کو اُڑ کر جاتے ہوئے دیکھتے ہیں اور خود کو سمجھاتے ہیں کہ بگلے اگلے سال پھر آئیں گے تو اس سے خود ہی انتظار کرنے، فطرت کو سمجھنے اور دوسرے کو اس کی خواہش اور ضرورتوں کے ساتھ قبول کرنے کی قدر ظاہر ہوتی ہے۔ اس نوعیت کے اقدار بچوں کی زندگی میں غیر محسوس انداز میں شامل رہتے ہیں۔ بچوں کی معصومیت، ان کی ایمانداری، ہر وقت کچھ نیا سیکھنے کی چاہت، بڑوں کا پیار پانے کی خواہش اور ہر کام خود کرنے کی کوشش، اُن بہترین آداب اور اقدار میں سے ہیں جن کے ذریعے استاد اور والدین بچوں کے طور طریقوں کو سمجھ پائیں گے۔

پڑھنے کے وسائل

قومی درسیات کا خاکہ (2005) کے تیسرے باب میں ''بچے پڑھنا کیوں نہیں سیکھتے؟'' عنوان کے تحت یہ سفارش کی گئی ہے کہ جماعت میں شائع شدہ مواد کی کثرت ہو۔ نشانات، چارٹ، کاموں سے متعلق معلومات وغیرہ اس میں لگے ہوں تاکہ مختلف حروف کی آوازیں سیکھنے کے ساتھ وہ تحریری نشانات کی شناخت بھی کر سکیں۔ آج اسکولی نظام میں اُن سبھی اہم اور مفید وسائل کا فقدان ہے جو بچوں کی نشو و نما کے لیے ضروری ہیں۔ اکثر و بیشتر خوشحال طبقے کے بچوں کو ایسے وسائل گھر پر ہی مل جاتے ہیں جیسے کتابیں، رسائل، اخبار اور افراد خانہ کی اُن کے باقاعدہ مطالعے کی عادت۔ دیہی اور شہری غریب طبقے کے بچوں کی زندگی میں اس نوعیت کے وسائل میسر نہیں ہوتے ہیں۔ چالیس کتابوں کی اس سیریز کو کلاس روم میں رکھنے سے وسائل سے متعلق اس خلا کو پُر کیا جا سکتا ہے۔ بچوں کو یہ سیریز حاصل ہونے پر والدین میں بھی یہ اعتماد پیدا ہوگا کہ ان کے بچوں کے پاس پڑھنے کے لیے سامان مناسب مقدار میں موجود ہیں۔ برکھا سیریز سے بچوں کو اپنی مرضی سے مطالعے کی عادت ڈالنے اور مستقل قاری بنانے میں مدد ملے گی۔

اساتذہ کا کردار

برکھا سیریز اس مقصد کے تحت تیار کی گئی ہے کہ اس سے اساتذہ کو ریاست کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مدد ملے۔ اس بات کا خاص دھیان رکھا جائے کہ یہ سیریز نصابی کتاب نہیں ہے۔ اس سریز کو امدادی اشیا کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، جو بچوں کو پڑھنے کے لیے دی جائے گی۔ اساتذہ سے یہ توقع ہے کہ وہ اس سیریز کو کلاس روم میں اُس جگہ پر رکھیں جہاں سے بچے بہ آسانی اٹھا سکیں۔ اساتذہ برکھا کی کتابیں پڑھنے کے لیے بچوں کو مسلسل ترغیب دیتے رہیں۔ انھیں کہانیوں سے متعارف کراتے رہیں اور کرداروں اور تصویروں سے متعلق گفتگو کرتے رہیں۔ یہ سیریز بچوں کے لیے ہی ہے اسی لیے بچوں کو دیتے وقت کتابوں کے پھٹنے یا خراب ہونے کی فکر نہ کریں۔

اساتذہ کی جانب سے یہ کوشش ہونی چاہیے کہ بچے کہانیوں کو سطح وار پڑھیں یعنی پہلی سطح کی دس کہانیاں پڑھنے کے بعد وہ دوسری سطح کی کہانیوں کی شروعات کریں اور اس طرح ترتیب وار چوتھی سطح تک پہنچیں۔ حالاں کہ برکھا کی کہانیاں چار سطحوں میں تقسیم کی گئی ہیں پھر بھی استاد اس درجہ بندی کو ایک حتمی اصول تصور نہ کریں اور اگر کوئی بچہ چوتھی سطح کی کتاب پہلے اٹھا لیتا ہے تو اسے ڈانٹیں پھٹکاریں نہیں۔ اگر کوئی بچہ ایک ہی کہانی کو بار بار پڑھنا چاہتا ہے یا تیسری سطح تک پہنچنے کے بعد پھر سے پہلی سطح کی کہانیاں پڑھنا چاہتا ہے تو اس سے پریشان نہ ہوں۔ یہ عین فطری ہے۔ کچھ کہانیاں پڑھ لینے کے بعد بچے کا اعتماد بڑھ جاتا ہے اور بچہ خود ہی ان کہانیوں کو بار بار پڑھنے کا لطف لینا چاہتا ہے جو اس نے پہلے پڑھی تھیں۔ اسے یہ امید رہتی ہے کہ اس مرتبہ وہ ان کہانیوں کو پہلے کے مقابلے زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکے گا۔ اس لیے اساتذہ بچے کو پہلے ہی پڑھی ہوئی کہانیوں کو بار بار پڑھنے کی خواہش کو ایک حوصلہ افزا علامت کے طور پر دیکھیں۔ یہ خواہش اس بات کی علامت ہے کہ بچہ اپنی نشوونما کے لیے خود فیصلہ لے رہا ہے اور اعتماد کے ساتھ قدم آگے بڑھا رہا ہے۔ اساتذہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ لچک دار رویہ اختیار کرتے ہوئے برکھا کی کہانیاں پڑھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ بچوں کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

تدریجی سیریز کی کہانیاں

موضوعات	سطح 1	سطح 2	سطح 3	سطح 4	کردار
رشتے	رانی بھی من من اور منو	اون کا گولا ہچ ہچ ہچکی	خالہ کے موزے میری جیسی	پیلو کی گلی نانی کا چشمہ	رما اور رانی
جانور اور پرندے کیڑے مکوڑے	طوطا مٹھائی	مونی چمٹی کا پھول	کودتے موزے تالاب کے مزے	چنّی اور منّی ممی کے لیے کیا لوں؟	کاجل اور مادھو
آلات موسیقی کھیل کھلونے	گلی ڈنڈا چھپا چھپائی	جیت کی پیپنی آئٹ	ببلی کا باجا جھولا	چلو پیپنی بنائیں طبلہ	جیت اور ببلی
آس پاس	مزہ آگیا ملی کا غبارہ	ہماری پتنگ شربت	ملی کے بال توصیہ کا خواب	ملی کی سائیکل پکا آم	توصیہ اور ملی
کھانے کی اشیا	میٹھے میٹھے گلگلے پھولی روٹی	پتّل چاول	چائے گول گپے	گیہوں بھٹّا	جمال اور مدن